ماہنامہ

دختران اسلام

لاہور

جولائی 2023ء

شہادت امام حسین علیہ السلام پر مبنی اشکالات کا ازالہ

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا خصوصی خطاب

زینب سلام اللہ علیہا بنت علی علیہ السلام تاریخ اسلام کے انقلاب آفریں کردار کا دوسرا نام ہے

زندہ
وفا
کا
نام
ہے
زینب سلام اللہ علیہا کے نام سے

The Message of Karbala

Karbala: A Battleground of Truth & Falsehood

“Perpetual clash between truth and falsehood is the actual message of Karbala. It gives the message to remain peaceful and patient no matter how hard the circumstances may become. One must take refuge in Allah Almighty like Imam e Hussain (R.A) did against the tyrannical forces of Yazid and stayed on the path of righteousness even at the cost of his own life. Along with recalling and narrating the events that transpired, we must practically reinvigorate the actual purpose of the great sacrifice of the companions and households of Imam e Hussain (R.A).”

Dr. Ghazala Hassan Qadri

خواتین میں بیداریٔ شعور و آگہی کیلئے کوشاں

ماہنامہ دخترانِ اسلام لاہور

زیرِ سرپرستی
بیگم رفعت جبین قادری

چیف ایڈیٹر
قرۃ العین فاطمہ

جلد: 30 شمارہ: 7 / ذوالحجہ ۱۴۴۴ھ محرم الحرام ۱۴۴۵ھ / جولائی 2023ء

ایڈیٹر: ثناء وحید

ڈپٹی ایڈیٹر: نازیہ عبدالستار

مجلس مشاورت

نوراللہ صدیقی، ڈاکٹر فوزیہ سلطانہ، ڈاکٹر نبیلہ اسحاق
ڈاکٹر شاہدہ مغل، ڈاکٹر فرخ سہیل، ڈاکٹر سعدیہ نصراللہ
مسز فریدہ سجاد، مسز فرح ناز، مسز حلیمہ سعدیہ
مسز راضیہ نوید، سدرہ کرامت، مسز رافعہ علی
ڈاکٹر زیب النساء سرویا، ڈاکٹر نورین روبی

رائٹرز فورم

آسیہ سیف، سعدیہ کریم، جویریہ سحرش
جویریہ وحید، ماریہ عروج، سُمیّہ اسلام

کمپیوٹر آپریٹر: محمد اشفاق انجم
گرافکس: عبدالسلام —— فوٹو گرافی: قاضی محمود الاسلام

فہرس

اداریہ

(خطبہ حجۃ الوداع مصطفوی تعلیمات کا جوہر ہے) — 4

فکرِ شیخ الاسلام

شہادتِ امام حسینؑ پر مبنی اشکالات کا ازالہ — مرتبہ: نازیہ عبدالستار — 5

سیدہ زینبؑ گلشنِ علیؑ کی معصوم کلی — عائشہ شبیر دیو — 11

واقعہ کربلا کے محرکات و فلسفہ شہادت — ڈاکٹر انیلہ مبشر — 15

اسلامی معیشت کے فروغ کا فاروقی نہج — ڈاکٹر نعیم انور نعمانی — 18

نسلِ نو کی صلاحیتوں کو کیسے نکھارا جائے؟ — پروفیسر حلیمہ سعدیہ — 25

شہادتِ امام حسینؑ، فلسفہ و تعلیمات کا تجزیاتی مطالعہ — سعدیہ کریم — 28

فقہی مسائل: دل شکنی سے پاک مزاج اور مصطفوی تعلیمات — مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی — 35

گلدستہ: گرمی کی شدت اور ڈی ہائیڈریشن — مرتبہ: حافظہ سحر عنبرین — 38

وظائف الفیوضات المحمدیہ — 41

Family Wealth Management for Women (Hadia Saqib Hashmi) — 48

مجلّہ دخترانِ اسلام میں آنے والے جملہ پرائیویٹ اشتہار خلوص نیت سے شائع کیے جاتے ہیں، ادارہ کی کسی کاروبار میں شراکت ہے اور نہ ہی ادارہ فریقین کے درمیان کسی بھی قسم کے لین دین کا ذمہ دار ہوگا۔

سالانہ خریداری -/700 روپے — قیمت فی شمارہ -/60 روپے

بدلِ اشتراک: آسٹریلیا، کینیڈا، مشرقِ بعید، امریکہ: 15 ڈالر — مشرقِ وسطی، جنوب مشرقی ایشیا، یورپ، افریقہ: 12 ڈالر

رابطہ: ماہنامہ دخترانِ اسلام 365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور فون نمبرز: 042-5169111-3 فیکس نمبر: 042-35168184

Visit us on: www.minhaj.info E-mail:sisters@minhaj.org

فرمان الٰہی

وَلَا تَقُوۡلُوۡا لِمَنۡ يُّقۡتَلُ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ اَمۡوَاتٌ ؕ بَلۡ اَحۡيَآءٌ وَّلٰـكِنۡ لَّا تَشۡعُرُوۡنَ. وَلَنَبۡلُوَنَّكُمۡ بِشَىۡءٍ مِّنَ الۡخَـوۡفِ وَالۡجُـوۡعِ وَنَقۡصٍ مِّنَ الۡاَمۡوَالِ وَالۡاَنۡفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيۡنَ. الَّذِيۡنَ اِذَآ اَصَابَتۡهُمۡ مُّصِيۡبَةٌ قَالُوۡٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّـآ اِلَيۡهِ رٰجِعُوۡنَ. اُولٰٓـئِكَ عَلَيۡهِمۡ صَلَوٰتٌ مِّنۡ رَّبِّهِمۡ وَرَحۡمَةٌ قف وَاُولٰٓـئِكَ هُمُ الۡمُهۡتَدُوۡنَ. (البقرہ،۲: ۱۵۴ تا ۱۵۷)

’’اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں انہیں مت کہا کرو کہ یہ مُردہ ہیں، (وہ مُردہ نہیں) بلکہ زندہ ہیں لیکن تمہیں (ان کی زندگی کا) شعور نہیں۔ اور ہم ضرور بالضرور تمہیں آزمائیں گے کچھ خوف اور بھوک سے اور کچھ مالوں اور جانوں اور پھلوں کے نقصان سے، اور (اے حبیب!) آپ (ان) صبر کرنے والوں کو خوشخبری سنا دیں۔ جن پر کوئی مصیبت پڑتی ہے تو کہتے ہیں: بے شک ہم بھی اللہ ہی کا (مال) ہیں اور ہم بھی اسی کی طرف پلٹ کر جانے والے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے پے در پے نوازشیں ہیں اور رحمت ہے، اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔‘‘

فرمان نبوی ﷺ

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ رضی الله عنه أَتَى النَّبِيَّ ﷺ رَجُلٌ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، دُلَّنِي عَلَى عَمَلٍ إِذَا أَنَا عَمِلْتُهُ أَحَبَّنِيَ اللهُ وَأَحَبَّنِيَ النَّاسُ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: ازْهَدْ فِي الدُّنْيَا يُحِبَّكَ اللهُ، وَازْهَدْ فِيْمَا فِي أَيْدِي النَّاسِ يُحِبُّكَ النَّاسُ. رَوَاهُ ابْنُ مَاجَه وَالْحَاكِمُ وَالْبَيْهَقِيُّ. وَقَالَ الْحَاكِمُ: هَذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحُ الإِسْنَادِ.

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: إِنَّ اللهَ تَعَالَى يَقُوْلُ: يَا ابْنَ آدَمَ! تَفَرَّغْ لِعِبَادَتِي أَمْلَأْ صَدْرَكَ غِنًى وَأَسُدُّ فَقْرَكَ وَ إِلَّا تَفْعَلْ مَلَأْتُ يَدَيْكَ شُغْلاً وَلَمْ أَسُدَّ فَقْرَكَ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَه.

’’حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے کوئی ایسا عمل بتایئے جسے کرنے سے اللہ تعالیٰ بھی مجھ سے محبت کرے اور لوگ بھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: دنیا سے بے رغبت ہو جا، اللہ تعالیٰ تجھ سے محبت کرے گا اور جو کچھ لوگوں کے پاس ہے اس سے بے رغبت ہوجا، لوگ بھی تجھ سے محبت کریں گے۔‘‘

’’حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے ابن آدم! تو میری عبادت کے لئے فارغ تو ہو میں تمہارا سینہ بے نیازی سے بھر دوں گا اور تیرا فقر و فاقہ ختم کر دوں گا؛ اور اگر تو ایسا نہیں کرے گا تو میں تیرے ہاتھ کام کاج سے بھر دوں گا اور تیری محتاجی (کبھی) ختم نہیں کروں گا۔‘‘ (المنہاج السوی من الحدیث النبوی ﷺ، ص ۸۷۳)

خواب

نہ تخت و تاج میں، نے لشکر و سپاہ میں ہے
جو بات مرد قلندر کی بارگاہ میں ہے
صنم کدہ ہے جہاں اور مرد حق ہے خلیل
یہ نکتہ وہ ہے کہ پوشیدہ لا الہ میں ہے
(کلیات اقبال، بال جبریل،ص:۶۵۴)

تعبیر

''پاکستان کے لوگ کسی ایسی چیز کے طالب نہیں جو ان کی اپنی نہ ہو۔ ہم دنیا کی تمام آزاد قوم کے لیے دوستی اور خیر سگالی کے جذبات رکھنے کے علاوہ اور کسی بات کے خواہش مند نہیں ہیں۔''
(امریکی سفیر کی تقریر کے جواب میں 26 فروری 1948ء)

واقعہ کربلا میں دو سوچوں کا ٹکڑاؤ تھا ایک سوچ یہ تھی کہ طاقت ہی حق ہے وہ یزیدیت کے روپ میں آج بھی موجود ہے کہ اسی کی پیروی کی جائے اسی کا ساتھ دیا جائے۔ اس سے ہر صورت سمجھوتا کیا جائے اسی سے بنائی جائے بگاڑی نہ جائے۔ دوسری سوچ یہ تھی کہ حق ہی طاقت ہے یعنی طاقت کی پرستش نہ کی جائے۔ اگر طاقت آپ کو کچل بھی دے تو آپ پھر بھی زندہ و تابندہ ہیں۔ ان دونوں فلسفوں کے ٹکڑاؤ نے یہ بات امت مسلمہ کو اور عالم انسانیت کو سمجھائی کہ واقعہ کربلا کے نتیجے میں حسین علیہ السلام شہید ہوگئے اور یزید نے اپنا تخت بچالیا۔
(خطاب بعنوان فلسفہ شہادت امام حسین علیہ السلام، ماہنامہ دختران اسلام، اگست 2022ء)

تکمیل

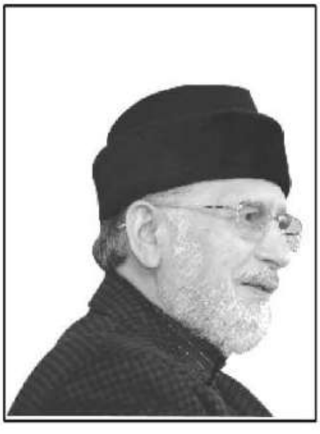

اداریہ

خطبہ حجۃ الوداع مصطفوی تعلیمات کا جوہر ہے

اسلام کی آمد سے قبل دنیا علم، اخلاق، دیانت وامانت، صبر وقناعت، حقوق وفرائض، عفو ودر گزر، احتساب اور صلہ رحمی جیسی اقدار سے ناواقف تھی۔ مذکورہ بالا تعلیمات کے حوالے سے حضور نبی اکرم ﷺ کی پیغمبرانہ جدوجہد کا ہر لمحہ اور مرحلہ حکمت ودانائی سے مزین ہے، اگر ہم اسلامی تعلیمات کے جوہر تک رسائی اور اس کی کامل تفہیم چاہتے ہیں تو ہمیں چاہیے کہ ہم خطبہ حجۃ الوداع کا بار بار عمیق نظری سے مطالعہ کریں بلکہ دیگر مذاہب کے پیروکاروں کو ہر نوع کے تشکیک وابہام سے نجات کے لئے پیغمبر اسلام ﷺ کی تعلیمات کی درست تفہیم کے لئے خطبہ حجۃ الوداع کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ حجۃ الوداع کا خطبہ عالم انسانیت کے لئے تھا اور اس خطبہ کا ایک ایک حرف آفاقی اور انسانیت کی فلاح وبہبود اور بقاواستحکام کے لئے تھا، پیغمبر اسلام ﷺ کے حجۃ الوداع میں ارشاد فرمائے جانے والے خطبہ کو ہم دنیا کے کسی بھی براعظم اور خطہ میں فخر کے ساتھ پیش کر سکتے ہیں کہ اسلام انسانیت کی فلاح وبہبود اور بقاواستحکام کا الوہی ضابطہ حیات ہے، الحمدللہ عالم اسلام کے کروڑوں فرزندان توحید نے فریضہ حج اور فریضہ قربانی کی ادائیگی کی سعادت حاصل کی ہے۔ یہ دونوں فرائض محض رسومات نہیں ہیں، ان دونوں فرائض کے اندر اللہ رب العزت نے اسلامی تعلیمات کا نچوڑ رکھا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنی آفاقی تعلیمات اور 23 سالہ مبارک حیات کے کٹھن مراحل اور کامیابیوں کا نچوڑ پیش کرنے کے لئے اور قیامت تک کے مسلمانوں کو آسان الفاظ میں راہ نمائی دینے کے لئے حج کے موقع کو منتخب فرمایا۔ کم وبیش سوا لاکھ فرزندان توحید نے حضور نبی اکرم ﷺ کی مبارک موجودگی میں فریضہ حج ادا کیا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اس موقع پر ایک عظیم الشان خطبہ فرمایا جو قیامت تک کے مسلمانوں کے لئے ذریعہ ہدایت وراہنمائی ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنے خطبہ کے آغاز میں تمام فرزندان توحید کو متوجہ ہونے اور پوری یکسوئی کے ساتھ ارشادات سماعت کرنے کی ہدایت فرمائی۔ آپ ﷺ نے دوٹوک انداز میں اعلان فرمایا کہ آج سے زمانہ جاہلیت کی تمام رسومات مسترد کی جاتی ہیں بلکہ آپ ﷺ نے فرمایا یہ جاہلانہ رسومات میرے قدموں کے نیچے روندی گئی ہیں اور آپ ﷺ نے زمانہ جاہلیت کے تمام خون معاف کرنے کا اعلان کیا کیونکہ عرب معاشرے کے اندر خون بہا ایک ایسا معاملہ تھا جس کے تحت نسل در نسل خون ریز لڑائیاں ہوتی تھیں اور ایک خون کے بدلے ہزارہا انسانوں کا خون بہا دیا جاتا تھا، آپ ﷺ نے بدلے کی آگ کو ایک قانون اور ضابطے کے تحت کر دیا اور اندھے انتقام اور غرور وتکبر کو یکسر ختم کر دیا یعنی بدلے کی آگ میں جلنا اور کسی کو نقصان پہنچانے کی ہر وقت منصوبہ بندی کرتے رہنا مصطفوی تعلیمات کے تحت مطلقاً حرام ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر ویمن امپاورمنٹ کے جو زریں اصول دیئے دنیا کا کوئی منشور اس کے مقابلے کا بیانیہ پیش نہیں کر سکا، عورت عرب معاشرے کے اندر ایک حقیر، کمزور اور خرید وفروخت کی چیز سمجھی جاتی تھی مگر حضور نبی اکرم ﷺ نے اس جاہلانہ اور باطل سوچ کو مسترد کرتے ہوئے اعلان فرمایا کہ "عورتوں کے معاملے میں اللہ سے ڈرتے رہو، ان کے بارے میں اللہ کا لحاظ رکھو کہ تم نے انہیں اللہ کے نام پر حاصل کیا ہے اور اسی کے نام پر وہ تمہارے لئے حلال ہوئی ہیں، اے لوگو! تمہاری عورتوں پر تمہارے کچھ حقوق ہیں اسی طرح تم پر بھی ان کے حقوق ہیں، عورت کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنے شوہر کا مال اجازت کے بغیر کسی کو دے۔" اگر آج ہم گھریلو ناچاقیوں پر نگاہ دوڑائیں تو اس میں سب سے بڑی قباحت ایک دوسرے کے عزت واحترام اور حقوق وفرائض کے خیال نہ رکھنے کی صورت میں نظر آتی ہے، مصطفوی تعلیمات کے تحت مردوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ عورتوں کے نان ونفقہ، خورونوش، تحفظ اور عزت واحترام کا خیال رکھیں، اسی طرح خواتین کی بھی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے خاوند کے وسائل کی حفاظت کرے اور ان کے لئے حقیقی معنوں میں عزت وسکون کو ذریعہ بنیں، اسلام سے قبل دنیا کے کسی اور الہامی یا غیر الہامی مذہب میں خواتین کے لئے تحفظ کی وہ گارنٹی نہیں دی گئی جو گارنٹی اسلامی تعلیمات میں دی گئی ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے کمزور لوگوں کا خیال رکھنے کا حکم دیا، ہمیں چاہیے کہ جو لوگ ہماری خدمت پر مامور ہیں ہم ان کے ساتھ انصاف اور صلہ رحمی کا معاملہ کریں، ان سے جانوروں کی طرح کام نہ لیں اور نہ ہی ان کی عزت نفس کو مجروح کریں۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے سود کو منع فرمایا، سودی معیشت آج انسانیت کو نگل رہی ہے، آج بھی وقت ہے کہ ہم سودی معیشت سے نجات حاصل کر لیں۔ آپ ﷺ نے حجۃ الوداع کے خطبہ کے موقع پر قرض کی ادائیگی کا حکم فرمایا اور فرمایا کہ اگر آپ کے پاس کسی کی امانت ہے تو اسے ٹھیک طریقے سے لوٹاؤ، آپ ﷺ نے فرمایا تمام انسان برابر ہیں، اگر کسی کو کسی پر فضیلت ہے تو وہ تقویٰ کی وجہ سے ہے، سماجی مساوات کا یہ تصور اسلام کی ایک خاص پہچان ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور تمہارے بعد کوئی امت نہیں ہے لہٰذا سیدھے راستے پر چلنے کے لئے قرآن مجید اور میری سنت پر عمل پیرا رہو، آپ ﷺ نے فرمایا دین مکمل ہو چکا ہے لہٰذا اپنی طرف سے اس میں کوئی کمی بیشی نہ کرنا، آپ ﷺ نے اس موقع پر حکم فرمایا کہ آج کے اس پیغام کو ان لوگوں تک پہنچا دو جو آج یہاں موجود نہیں ہیں۔ یہ وہ حکم دعوت ہے جس پر عمل پیرا کرنا اُمت محمدیہ ﷺ کے ہر فرد پر لازم ہے، آپ ﷺ کے اسی حکم کے تحت منہاج القرآن مصطفوی تعلیمات کو عام کرنے کے لئے دن رات کوشاں ہے۔ (چیف ایڈیٹر)

شہادتِ امام حسین علیہ السلام پر مبنی اشکالات کا ازالہ

"آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے حسن و حسین علیہما السلام سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور ان دونوں سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا"

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا خصوصی خطاب

مرتبہ: نازیہ عبدالستار

واقعہ کربلا کے بارے میں ایسے شک و شبہات پیدا کر دیئے گئے ہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ سچائی دھندلا گئی ہے۔ لوگوں کے ذہن منتشر کیے جا رہے ہیں تاکہ لوگ اہل بیت اطہارؑ کی مودت و محبت کے رشتے سے کٹتے چلے جائیں۔ اس طرح جو لوگ اہل بیت اطہار سے اپنا رشتہ کمزور کر بیٹھے ہیں وہ حضور ﷺ کی بارگاہ سے بھی کٹ جائیں۔ ان کی رگوں میں تعظیم رسول ﷺ میں بھی کمی واقع ہو جائے۔ ساری برکات جو امت کو ان کے واسطوں سے نصیب ہوتی ہے امت ان سے محروم ہو جائے۔

اس آرٹیکل کا مقصد ان شک و شبہات کا ازالہ کرنا ہے تاکہ لوگوں کے ایمان کی حفاظت ہو۔ اب سوشل میڈیا کا زمانہ ہے وہ لوگ جن کی باتیں دس لوگ بھی نہیں سکتے تھے۔ وہ بے ہودہ باتیں بیان کر کے اپ لوڈ کر دیتے ہیں۔ اس سے جو خرافات پھیلتی ہیں وہ ذہنوں کو خراب کرتی ہے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ اہل بیت اطہار کے نفوس کے بارے میں یہ بات کہی جاتی ہے کہ اہل بیت اطہار کے نفس قدسیہ کا قتل نفس انسانی کے قتل کا امر ہے۔ یہ امر حرام تو ضرور ہے لیکن اس کو کفر قرار نہیں دیا جا سکتا۔

یہ علت پیدا کر کے یزید کو تحفظ دینے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اب یہ دیکھا جائے کہ شہادت امام حسین علیہ السلام کا حکم نفس انسانی کے قتل جیسا ہے یا اس کا حکم ان سے جدا اور بالاتر ہے۔ اس طرح یہ شبہ بھی کیا جاتا ہے کہ اہل بیت اطہار کی بے حرمتی کے واقعات میں کچھ من گھڑت ہیں۔ اصل حقیقت پتہ نہیں چلتی۔ لہذا اس پر شدت کے ساتھ کوئی حکم قائم نہیں ہونا چاہیے۔ اب دیکھنا ہے کہ یہ قصہ کہانیاں ہیں یا یہ مسلمہ حقائق ہیں جن کی بنیاد حدیث صحیحہ ہیں جو آپ ﷺ نے غیبی خبروں کے ذریعے امت تک پہنچائی ہیں اور معتمد روایات پر قائم ہیں۔

یہ بھی ذہن میں وارد کیا جاتا ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو ابن زیاد نے شہید کروایا۔ یزید نے آپؑ کو براہ راست شہید کرنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ اس پر ذمہ داری نہیں بنتی۔ اس امر کا جائزہ لینا ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی ذمہ داری ابن زیاد اور اس کی کوفی فوج پر ہے یا براہ راست یزید ذمہ دار ہے۔

جب شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ کا معاملہ آئے اور قاتلین حسینؑ کا معاملہ آئے یزید کا معاملہ ہم اس طرح سوچیں کہ آپ کو شہید کرنے سے کوئی شخص کافر نہیں ہو جاتا۔ انسانی جان کا قتل حرام فعل ضرور ہے مگر باعث کفر نہیں ہے۔ یہ باتیں اپ لوڈ کی جا رہی ہیں نوجوان نسل کے ذہنوں کو برباد کیا جا رہا ہے۔ 14 سال سے جو محبت و عقیدت کا رشتہ ہمیشہ سے چلا آ رہا ہے۔ اس کو کاٹا جا رہا ہے تاکہ امام عالی مقام کو عام نفس انسانی کے قتل کے مقام پر کھڑا کر دیا جائے۔ عترت اطہار بیت کے قتل کو عام نفوس کے قتل کے برابر ٹھہرا دیا جائے اور کہا جائے کہ قتل سے بندہ کافر نہیں ہوتا۔

اس کا جائزہ سب سے پہلے قرآن سے لیا جائے گا۔ نفس انسانی کے قتل کا حکم کیا ہے؟ رسول ﷺ کو اذیت پہنچانا کفر ہے؟ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لخت جگر کو اذیت پہنچانا حضور ﷺ کو اذیت پہنچانا کفر ہے یا نہیں۔ اگر یہ حضور ﷺ کو اذیت پہنچانا ہے تو اس کا حکم کیا ہے۔

قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے فرمایا:

یا ایھا الذین امنوا لاتدخلون بیتون النبی الا۔

ایمان والو! جب تک تمہیں رسول پاک ﷺ اپنے گھر میں کھانے کی دعوت نہ دیں تو آپ ان کے گھروں میں داخل نہ ہوا کریں۔ جب دعوت دے دیں تو گھروں میں داخل ہو سکتے ہو جب کھانا کھا چکو تو فوراً واپس چلے جاؤ۔ بیٹھے نہ رہو کہ آقا علیہ السلام تمہارے چلے جانے کا انتظار کرتے رہیں۔ تمہارا کھانے سے فارغ ہو کر بیٹھے رہنا یہ عمل میرے نبی کو اذیت دیتا ہے۔ انہیں حیا آتی ہے کہ وہ خود فرمائیں کہ چلے جاؤ۔ مگر اللہ کو کوئی شرم نہیں کہ تمہیں حق بات سمجھائے۔ اس لیے اللہ حکم دے رہا ہے کہ کھانے کے بعد چلے جایا کرو۔ وہاں بیٹھے ہوئے ازواج مطہرات سے کھانے کے دوران کسی چیز کی حاجت ہو تو پردے کے پیچھے سے سوال کرو۔

اگر سامنے سے سوال کرو گے تو وہ بھی میرے نبی کو اذیت دے گا۔ تو پردے کے پیچھے سے سوال کرنا تمہارے دلوں کے لیے طہارت کا باعث ہے۔ تمہارے لیے حلال نہیں کہ تم میرے رسول ﷺ کو اذیت دو۔ جب میرے محبوب ﷺ کا وصال ہو جائے گا۔ ان کی زوجہ محترمہ سے شادی کرنا بھی انہیں اذیت دے گا۔

سورہ الاحزاب کی آیت نمبر ۵۳ سے یہ تصور قائم کرنا چاہتا ہوں کلہ قرآن نے ایک معیار قائم کر دیا ہے کہ اتنی بات بھی میرے رسول ﷺ کو اذیت دیتی ہے۔ اگر محبت کسی سے شدید ہوتی ہے تو اس کے لطیف جذبات کو ٹھیس پہچانے سے بھی اذیت ہوتی ہے۔ چہ جائیکہ ان کو جسمانی اذیت دینا ان کو قتل کرنا، ان کے سروں کو کاٹنا، نیزوں پر چڑھانا یہ وہ اعمال ہیں جو اذیت کی آخری حد سے بھی آگے ہیں۔ کسی کو بھوکا پیاسا رکھنا، خیمے کو آگ لگانا، شہید کرنا، ان کا پانی بند کرنا، ان کو بے حرمت کرنا، انہیں قیدی بنانا، پوری دنیا کے سامنے ان کی عزت و حرمت کو پامال کرنا۔

یہ افعال اس اذیت کا باعث ہیں جن کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ ادھر قرآن میں اللہ رب العزت فرماتے ہیں اگر ام المومنین سے بغیر پردے کے کوئی چیز طلب کر لی تو میرے رسول ﷺ کو اذیت دی۔ مسئلہ نفس انسانی کا قتل کیا ہے؟ حرام فعل ہے یا کفر مسئلہ یہ نہیں ہے۔ مسئلہ رسول ﷺ کی اذیت کا ہے۔ کس کس فعل سے رسول ﷺ کو اذیت پہنچتی ہے اس کا حکم کیا ہے۔

سورہ الاحزاب کی آیت نمبر ۵۷ اور ۵۸ میں فرمایا:

”بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کو اذیت دیتے ہیں اللہ ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت بھیجتا ہے اور اُس نے ان کے لیے ذِلّت انگیز عذاب تیار کر رکھا ہے اور جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو اذیّت دیتے ہیں بغیر اِس کے کہ انہوں نے کچھ (خطا) کی ہو تو بے شک انہوں نے بہتان اور کھلے گناہ کا بوجھ (اپنے سَر) لے لیا۔“

اگر کسی نے رسول ﷺ کو اذیت پہنچائی۔ اللہ رب العزت نے اس اذیت کو اپنے ساتھ منسوب کر دیا۔ اس نے مجھے اذیت پہنچائی۔ جیسے اللہ کے رسول ﷺ کی حرمت اللہ کی حرمت ہے اللہ کے رسول ﷺ کی نافرمانی اللہ کی نافرمانی ہے۔ ایسے میرے رسول کو اذیت پہنچانا اللہ کو اذیت پہنچانا ہے۔ جو کوئی چھوٹے درجہ کی بھی اذیت رسول ﷺ کی پہنچاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر دنیا و آخرت میں لعنت کی ہے۔ اس کے لیے انتہائی ذلت والا عذاب مقرر کر دیا۔

عذاب المھین یہ لفظ توجہ طلب ہے جس کے لیے انسان جہنم کا مستحق بنے گا جبکہ عذاب عظیم عام لفظ ہے۔ جو کافر اور بغیر کافر دونوں کے لیے آتا ہے۔ گناہوں، فاسقوں، چوروں، جھوٹوں ہر قسم کے مجرم کے لیے اگر اللہ تعالیٰ عذاب شدید تر کرنا چاہے تو عذاب الیم کا ذکر آتا ہے۔ عذاب الیم کا معنی دردناک عذاب، درد

ناک عذاب عام طور پر غیر کافر کے لیے نہیں ہوتا۔ اس میں عذاب کی شدت بڑھ جاتی ہے۔ اگر اس سے بھی آگے شدت بڑھانا مقصود ہو تو عذاب مھین آتا ہے۔ ذلت ناک عذاب، کافروں کے علاوہ عذاب مھین کسی کے لیے نہیں کہا جاتا۔ جس کے لیے عذاب مھین کا لفظ آجائے۔ اس کے لیے قرآن مجید نے صراحتاً کفر کا حکم صادر کر دیا۔ اگر عذاب الیم بھی آجائے تو بھی کفار کے لیے خاص ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جب یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے عذاب مھین تیار کیا ہے۔ رسول ﷺ کو اذیت پہنچانے والا اس اذیت کے فعل سے براہ راست کافر ہو گیا۔ اس پر مزید علتوں کو تلاش کرنے کا راستہ بند ہو جاتا ہے۔ شہادت امام حسینؓ کو نفس انسانی کے قتل کے دائرے میں نہیں دیکھا جائے گا۔ اس کو رسول پاک ﷺ کو اذیت پہنچانے کے دائرے میں دیکھا جائے گا۔ حضرت ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا اور عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جب میدان کربلا میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت ہو رہی تھی رسول ﷺ بنفس نفیس روحانی طور پر وہاں موجود تھے اور شہداء کربلا کا خون ایک شیشی میں معجزتاً جمع کر رہے تھے۔ آپ ﷺ نے وہ مٹی حضرت ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا کو دی اور کہا اس مٹی کو دیکھتے رہیے جب یہ مٹی خون میں بدل جائے تو سمجھ لینا کہ اس دن میرا حسین علیہ السلام کربلا کی زمین پر شہید ہو گیا ہے۔ دس محرم الحرام کا دن تھا، دوپہر کا وقت حضرت عبداللہ بن عباسؓ مکہ معظمہ میں ان کی خواب میں رسول ﷺ آئے۔ سر انور کے بال مبارک گرد آلود ہیں۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ میں اپنے حسین علیہ السلام کے قتل کا منظر دیکھ کر آرہا ہوں۔ سارا دن رسول ﷺ مشہد حسین علیہ السلام پر رہتے ہیں اور روحانی دنیا میں حسین علیہ السلام کے خون کا قطرہ زمین پر نہیں گرنے دیتے سنبھال کر لاتے ہیں۔

حضرت ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں آپ کے ہاتھ میں شیشی ہے میں نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ یہ کیا ہے فرمایا: میں حسین علیہ السلام اور تمام شہداء کربلا کا خون جمع کر کے لایا ہوں۔ اٹھ کر دیکھتی ہیں کہ وہ مٹی جو آقا علیہ السلام نے انہیں دی تھی وہ مٹی خون میں بدل چکی تھی۔ حضور علیہ السلام کا حسین علیہ السلام سے محبت کا عالم یہ ہے کہ فرمایا جو حسین علیہ السلام سے محبت کرتا ہے وہ مجھ سے محبت کرتا ہے۔ جو مجھ سے محبت کرتا ہے وہ خدا سے محبت کرتا ہے۔

آپ ﷺ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو پشت سے اتارنے سے روکا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کسی اور غرض سے نہیں اتار رہے تھے کہ حضور ﷺ سجدے میں ہیں چلو آہستہ سے اتار لیں مگر آقا علیہ السلام نے محبت کے رشتہ کو حضرت امام حسین علیہ السلام سے جوڑا اور امت کو دکھایا کہ جو محبت مجھے حسین علیہ السلام سے ہے وہ کیفیت سجدے سے بھی زیادہ عزیز ہے۔

میں سجدہ کے دوران بھی یہ نہیں چاہتا کہ میرے حسینؓ کو اتنی تکلیف بھی ہو کہ وہ میری پشت پر جائے تم اس کو اتار واس کو ناگوار گزرے۔ مجھے وہ بوجھ بھی گوارا نہیں۔ حضرت امام حسینؑ کی محبت کو یہ درجہ دیا ہے۔ حضور ﷺ کو ان کے احساس کی اتنی اذیت بھی گوارا نہیں۔ علماء پورا واقعہ پڑھ کر اس کو نفس انسانی کا قتل کہہ کر کہ کفر نہیں ہوتا۔ یہ قرآن کی نفی ہو گی جو حضور ﷺ کو اذیت دیتے ہیں۔ ان پر دنیا و آخرت میں لعنت ہے۔ ان کے لیے عذاب مھین تیار ہے مگر جو مومن مرد اور عورتوں کو تکلیف پہنچاتے ہیں۔ انھوں نے بہت بڑا بہتان لگایا اور کھلے گناہ کا بوجھ اپنے سر لے لیا۔

اب فعل ایک ہے اذیت دینا جو رسول ﷺ کو اذیت دیتے ہیں ان کو کافر بنا دیا۔ ان کے لیے عذاب الیم ہے مومنوں کو اذیت دینا گناہ ہے۔ رسول ﷺ کو براہ راست اذیت دینا خواہ رسول ﷺ کی نسبت سے ہو۔ حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کی نسبت سے ہو خواہ وہ حضور ﷺ کے شہزادے حسین علیہ السلام کی نسبت سے ہو خواہ پوری عترت جو میدان کربلا میں تھی اس کی نسبت سے ہو۔ جن کے بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا جو ان کو اذیت دیتا ہے وہ مجھے اذیت دیتا ہے۔ یہ فرق عقیدہ اور شریعت کے باب میں قطعی فیصلہ ہے۔

حضور ﷺ کو اذیت دی گئی اس کا حکم قرآن مجید میں اور انداز میں آیا ہے۔ سورۃ النور ۲۳ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت

لگی۔ قرآن مجید میں الفاظ ہے ان پر دنیا و آخرت میں لعنت کر دی گئی چونکہ حضور ﷺ کی ازواج مطہرات ہیں۔ سورۃ الاحزاب اور سورۃ النور کو سامنے رکھ کر مطالعہ کیا جائے تو جو ان کے گناہ کے بغیر ان پر بہتان لگاتا ہے ان کے لیے فرمایا کھلے گناہ کا بوجھ اس نے اپنے سروں پر اٹھایا۔ ان کو لعنت نہیں بھیجی اس کو بڑا گناہ کہا گیا۔ وہ فعل ایسی ہستی کے ساتھ جڑ گیا ہے جو امہات المومنین میں سے ہے۔ جن کی اذیت آقا علیہ السلام تک پہنچ جاتی ہے۔ اس کو فرمایا دنیا و آخرت میں ان پر لعنت کی۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کسی نفس انسانی کو اذیت دینا کیا ہے؟

کسی مومن کو اذیت دینا کیا ہے آقا علیہ السلام کی ازواج و امہات المومنین کے لیے کیا ہے؟ نفس رسول ﷺ اور ذات رسول ﷺ وعترت کے لیے کیا ہے؟ جب آقا کو اذیت پہنچے اس کے لیے عذاب مھین کا ذکر کیا۔ عذاب مھین کا لفظ کفار و مشرکین کے لیے آتا ہے۔ سورۃ النساء آیت نمبر ۳۷ وعدن کافرین عذاب سورہ بقرہ ۹۰ آل عمران ۱۷۸ سورہ الحج ۵۷، الجاثیہ ۹ ہے۔ اس کا شمار کفار و مشرکین میں ہے۔

قرآن کے صریح حکم آجانے کے بعد ان کے لیے توبہ کے احتمال ڈھونڈنا فعل حرام اور کفر کے فرق ڈھونڈنا اس کے لیے ہمدردی کرنا، یزید کے لیے تحفظ فراہم کرنا، حضور ﷺ کا اتنا حیا بھی نہیں رہا۔ کیا وہ سارے فرمودات بھول گئے جو حضور ﷺ نے اتنے حسین کریم رضی اللہ عنہ کے لیے دیئے تھے۔ آقا علیہ السلام نے اپنا منہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے منہ پر رکھ دیا۔ اپنے لب حسین رضی اللہ عنہ کے لبوں پر رکھ دیئے اور چوما اور کہا حسین رضی اللہ عنہ مجھ سے اور میں حسین رضی اللہ عنہ سے ہوں۔ اللہ اس سے محبت کرے گا جو حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کرے گا۔ (جامع ترمذی)

جس نے حسن و حسین رضی اللہ عنہما سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی جس نے ان دونوں سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔ شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ کو نفس انسانی کے قتل کے تناظر میں نہیں دیکھا جائے گا بلکہ شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ کو اس تناظر میں دیکھا جائے گا جو آقا علیہ السلام نے فرمایا جو حسین رضی اللہ عنہ سے بغض رکھتا ہے وہ مجھ سے بغض رکھتا ہے، جو حسین رضی اللہ عنہ کو اذیت دیتا ہے وہ مجھے اذیت دیتا ہے۔ جو حسن رضی اللہ عنہ کو اذیت دیتا ہے وہ مجھے اذیت دیتا ہے۔

یہ اسی طرح کا حکم ہے جو قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا من یطع الرسول فقد اطاع اللہ۔ جو رسول ﷺ کی اطاعت کرتا ہے وہ اللہ کی اطاعت کرتا ہے۔ جس نے حسن و حسین رضی اللہ عنہما سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی۔ جس نے ان سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔

پھر آپ ﷺ نے دعا کی: اے اللہ میں ان دونوں حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان دونوں سے محبت کر جو ان سے بغض رکھے تو ان سے بغض رکھ۔

یزید نے جو عترت رسول ﷺ سے معاملہ کیا محبت کا معاملہ یا بغض و عداوت کا معاملہ کیا؟ جب آپ رضی اللہ عنہ کا سر انور کاٹ کر یزید نے آگے رکھا گیا۔ وہ بدبخت چھڑی لے کر آپ کا چہرہ انور پر مار رہا تھا اور فخر سے یہ شعر پڑھ رہا تھا جو بدر میں ہمارے بڑے مارے گئے تھے ان کا بدلہ لے لیا ہے۔

حضور ﷺ نے حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے ہاتھ پکڑ لیے جو ان دونوں سے محبت کرے جو ان کے باپ سے محبت کرے جو ان کی ماں فاطمہ رضی اللہ عنہا سے محبت کرے وہ قیامت کے دن جس درجہ میں ہوں گا۔ وہ میرے خادموں کی طرح میرے درجے میں ٹھہرایا جائے گا۔ اسے میرا خادم بنایا جائے گا۔ (امام احمد بن حنبل)

فرمایا باری تعالیٰ میں حسن و حسین رضی اللہ عنہما دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت کر جو کوئی ان دونوں سے محبت کرے تو بھی ان سے محبت کر یعنی ان سے محبت کر اور ان سے محبت کرنے والوں سے بھی محبت کر۔ (یہ حدیث بھی حسن ہے)۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ راوی ہیں:

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ راوی ہیں حضور ﷺ سجدے میں گئے حضرت حسنؓ و حسینؓ آپ ﷺ کی پشت مبارک پر آگئے۔ صحابہ کرامؓ نے انہیں ہاتھ سے روکنا چاہا آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے سجدے کے دوران اشارہ کر دیا کہ نہ روکو جب نماز

سے فارغ ہوئے تو انہیں اپنی گود میں لے لیا فرمایا: جو مجھ سے محبت کرتا ہے ان پر واجب ہے ان دونوں سے محبت کرے۔ اس کا مطلب ہے کہ ان کے لطیف احساسات اور جذبات کا بھی خیال رکھیں۔ یہ بہت بلند محبت تھی جس کی شرعی حیثیت تھی۔ ان کی محبت ایسی ہے کہ میں ان کو اٹھا کے مدینہ کی گلیوں میں نکل آیا ہوں۔ حضرت سلمان فارسیؓ کی حدیث آقاؐ نے دونوں شہزادوں سے خطاب کرکے فرمایا۔ جو ان دونوں سے محبت کرے میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں جس سے میں محبت کروں گا اللہ اس سے محبت کرے گا۔ اللہ جس سے محبت کرے گا اس کو جنت نعیم میں داخل کردے گا جو ان سے بغض رکھے یا ان سے زیادتی کرے آقاؐ نے فرمایا میں ان سے بغض رکھتا ہوں۔ جن سے نبی اکرم ﷺ بغض رکھیں ان کے توبہ کے احتمال سوچنا جائز نہیں۔ جس سے اللہ ناراض ہو جائے اس کو دائمی عذاب میں داخل کر دیتا ہے۔

دوسرا شبہ یہ خیال کرنا یہ تاریخی واقعات ہیں اور ان میں کمی بیشی ہے۔ یہ بھی درست نہیں ہے بعض جزوی روایات ہیں جن کو ذاکر لوگ بیان کرتے ہیں جن کی سند نہیں ہے مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ واقعہ کربلا اور اس کی بہت ساری ثابت شدہ تفصیلات کا ایک بہانہ بنا کر انکار کر دیا جائے۔ واقعہ کربلا ان امور میں ہے جس کی وضاحت حضور ﷺ نے خود فرما دی تھی۔ صحیح احادیث میں موجود ہے۔ قرآن کے کئی نو عمر لونڈوں سے میری امت ہلاک ہو گئی۔ (بخاری، الصحیح)

اب اس کا اشارہ واقعہ کربلا کی طرف تھا۔ دوسری حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے مروان سے کہا اگر تو چاہے تو میں ان کے باپ دادا کا نام بھی بتا سکتا ہوں۔ (بخاری، الصحیح) وہ پہلا نافرمان لونڈا جس کے ہاتھوں میری امت ہلاک ہو گئی وہ شخص یزید ہے جس کا اشارہ حضور ﷺ نے کیا۔

بعض لوگوں نے گمان کیا کہ یزید ذمہ دار تھا بھی کہ نہیں۔ بد قسمتی کی انتہا ہے۔ یزید کا نام لے کر آقا ﷺ نے بیان کر دیا کہ یہ ذمہ دار ہے۔ آج اس کی برات دینے آ گئے ہیں۔ حضور ﷺ کے ارشاد کی نفی کر رہے ہیں۔ ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا راوی ہیں ہجرت کے ساٹھویں سال میرا شہزادہ حسین ابن علی رضی اللہ عنہ شہید کیا جائے گا۔ (امام طبرانی)

شہادت امام حسینؓ کی خبر حضور ﷺ نے خود دی تھی۔ یہ آپ ﷺ کے معجزات میں سے ہے۔ آپؓ کی شہادت کا سن اور جگہ بھی بتا دی تھی وہاں کی سرخ مٹی دے دی تھی، شہید کرنے والے کا نام یزید بھی بتا دیا تھا۔ یزید کا درد رکھنے والے اور توبہ کے ذریعے اسے جہنم سے بچانے والے کاش وہ آقاؐ کی محبت اور راحت جان کا فکر کر لیں۔ وہ حدیث نبوی ﷺ کو پڑھیں رجوع کریں اور توبہ کریں۔

ایک اور حدیث میں آقا ﷺ نے فرمایا جو میرے دین کی قدروں کو بدل دے گا وہ بنو امیہ کا ایک شخص ہو گا اس کا نام یزید ہو گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ابوسفیان کی اولاد میں سے ایک شخص ایسا ہو گا جو اسلام کے اندر ایسا شگاف ڈالے گا اس کو قیامت تک کوئی چیز بند نہیں کر سکے گی۔ صحابہ کرامؓ فرماتے ہیں کہ ہم حسینؓ کے بچپن سے ان کے گھر سے سنتے تھے کہ ان کی شہادت کربلا میں ہو گی۔ ان احادیث کو تاریخ کے واقعات کہہ کر اور قصہ کہانی کہہ کر اپنے ایمان کی جڑوں کو کاٹنا ہے۔ یہ کسی مسلمان کے اندر جرات کیسے آ جاتی ہے کہ وہ بہانے بنا کر یزید کو تحفظ دے۔

اب تاریخ کی کتب میں ہے کہ یزید نے خط لکھا ابن زیاد کو کہ حضرت حسینؓ کو شہید کر دیا جائے۔ بعض علماء ٹی وی پر بیٹھ کر کہتے ہیں کہ یہ ثابت نہیں ہے کہ اس نے کیا۔ معجم الکبیر میں ہے یزید نے ابن زیاد کو خط لکھا اور کوڈورڈ میں اے ابن زیاد مجھے خبر پہنچی ہے کہ حسین علیہ السلام کوفہ پہنچنے والے ہیں تمام زمانوں میں اب یہ ذمہ داری تمہارے زمانے میں آ پڑی ہے۔ تمام شہروں میں یہ ذمہ داری تمہارے شہر پر آ پڑی ہے۔ جیسے گورنر ہیں میرے عمال، تمہارے کندھوں پہ ذمہ داری آ پڑی ہے، دیکھتا ہوں تو کس طرح عہدہ برآ ہوتا ہے اگر تو کامیاب ہو گا تو آزاد کر دیا جائے گا یعنی تیری عزت میں اضافہ ہو گا۔ اگر تو ناکام ہو گیا تو ذلت کے ساتھ غلاموں میں پلٹا دیا جائے گا۔ تمہیں غلامی کی زندگی بسر کرنی ہو گی۔

اس خط کے بعد زیاد نے حسین علیہ السلام کو قتل کروا دیا اور پورے قافلہ کے ساتھ آپؓ کا سر یزید کو بھیج دیا جب بہتر شہیدوں کے سر یزید کے دربار میں پہنچے اس نے دربار لگا کر سارے سر رکھ

لیے اور امام حسینؓ کا سر اپنے سامنے رکھا۔ دمشق کے معتبر لوگوں کو ارد گرد بٹھالیا۔ حضرت امام عالی مقام کے سر انور پر چھڑی مار کر یہ شعر پڑھا بے شک وہ ہمارے ہاں کتنے ہی معزز ہی کیوں نہ تھے۔ جب انھوں نے ہماری مخالفت کی تو ہماری تلواروں نے ان کی کھوپڑیوں کو ان کے تنوں سے جدا کر دیا۔

اس کے بعد بھی کہنا کہ یزید راضی نہیں تھا۔ یزید نے حکم نہیں دیا تھا۔ اس کو معلوم نہیں تھا ابن زیاد نے قتل کر دیا۔ کیسے وہ خط لکھا رہا ہے۔ تم اگر ناکام ہوگئے تو گورنری سے ہٹادوں گا۔ ذلت کی زندگی بسر کرنی پڑے گی۔ (طبری) امام جلال الدین سیوطی نے لکھی ہے یزید نے خط لکھا کہ ان کے ساتھ قتال کرو۔ اس نے یزید کا خط پہنچنے کے بعد چار ہزار کا لشکر بھیجا۔ بعد ازاں پھر اور اضافہ کرتا گیا۔ امام جلال الدین سیوطیؒ لکھتے ہیں۔ اللہ لعنت کرے ان کے قاتل پر ابن زیاد پر اور یزید پر جس نے قتل کروایا۔ اگر ابن زیاد کا یہ عمل نہ ہوتا تو یزید نے ابن زیاد کو برطرف کر دیا ہوتا۔ کسی قاتل کو سزا نہیں دی بلکہ اس کو بلایا اور امام عالی مقام کے سر انور پر شعر پڑھے۔

امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں۔ یزید اپنی چھڑی امام عالی مقام کے چہرہ انور پر مار رہا تھا۔ شعر یہ پڑھتا تھا میرے وہ بزرگ جو غزوہ بدر اور احد میں مارے گئے کاش وہ دیکھتے کہ میں نے ان کا بدلہ کیسے بنی ہاشم اور آل رسول ﷺ سے لے لیا ہے۔ اس کے بعد یزید پر ایمان کا امکان ثابت کرنا۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ بیان کرتے ہیں یزید تو دین کا منکر تھا۔

یزید نے خود کہا اگر میں آل نبی ﷺ سے اس طرح کا انتقام نہ لیتا تو مشائخ عرب کی اولاد میں سے نہیں ہوں۔

جب یزید کی بیعت اہل مدینہ نے توڑ دی تو 27 ہزار فوجیوں کا لشکر مدینہ رسول ﷺ کو پامال کرنے کے لیے بھیجا واقعہ حر پیش 63 ہجری میں اور بھیجتے ہوئے یزید نے حکم دیا مسلم بن عقبہ میں تمہارے فوجیوں کے لیے حلال کر رہا ہوں کہ جو چاہے کریں۔ جس بدبخت نے مدینہ کو مباح کیا جس کو حرام بنایا تھا، اس کی توبہ کی باتیں کرتے ہیں۔ مورخین و محدثین کہتے ہیں کہ تین دن تک یزید کی فوج نے درندگی کی 10 ہزار مسلمانوں کو شہید کیا۔ (امام زہری) 700 جلیل القدر مہاجرین و انصار کی ہستیاں تھیں۔ 1000 مدینہ کی عزت والی عورتیں کو لونڈیاں سمجھا۔ یزیدی فوج نے مسجد نبوی کی اذان معطل کر دی۔ اقامت و نماز معطل کر دی اور روضہ رسول ﷺ کی قبر انور سے لے کر منبر تک ریاض الجنۃ خون سے بھر گیا۔

کوئی نماز پڑھنے والا نہیں تھا۔ صحابہ کرامؓ کو پکڑ کر قتل کرتے تھے۔ گھوڑے باندھے گئے کتے داخل کیے گئے۔ تو کیا ابھی تک یزید کا ایمان باقی رہ گیا۔ بغض اہل بیت کی کوئی حد ہوتی ہے اگر آل نبوی ﷺ سے بغض تھا تو مسجد نبوی ﷺ کا تو خیال تو ہوتا۔ (ابن کثیر)

اہل مدینہ کے بارے میں آقا ﷺ نے فرمایا: جو اہل مدینہ کو خوف زدہ کرے اس پر اللہ کی لعنت فرشتوں کی لعنت اور پوری انسانیت کی لعنت۔ قیامت کے دن اس کا کوئی فرض و نفل قبول نہیں ہوگا۔ (بخاری) جو شخص اہل مدینہ کے ساتھ دھوکا کرے اللہ تعالیٰ اس کو اس طرح دوزخ میں پگھلا دے گا جس طرح نمک پانی میں پگھل جاتا ہے۔

تین سال یزید کی حکومت رہی ہے۔ پہلے سال اہل بیت اور آقا علیہ السلام کی عترت کو شہید کیا۔ دوسرے سال مدینہ پاک کو تخت و تاراج کیا۔ 10 ہزار قتل کئے گئے پھر مکہ پر حملہ کیا۔

حضرت عبد اللہ ابن زبیرؓ کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے 64 ہجری میں کعبۃ اللہ اور مکہ کا محاصرہ کیا۔ محرم و صفر کے مہینے میں جنگ کرتے رہے پھر توپیں فکس کیں اور توپوں کے ذریعے کعبۃ اللہ پر گولہ باری کی۔ آگ برسائی گئی، گولے برسائے گئے، کعبۃ اللہ جل گیا غلاف کعبہ کی دیواریں جل گئیں۔ یہ سارا ظلم کعبۃ اللہ پر جاری تھا کہ اس بدبخت کی موت واقعہ ہوگئی۔ حضرت عبد اللہ ابن زبیرؓ نے آواز دی بدبختو! تمہارا طاغوت شیطان تو مر گیا ہے۔ اب کس کا تخت بچانے کے لیے لڑ رہے ہو۔ وہ لشکر وہاں سے چھوڑ کر واپس چلا گیا۔ ان کی اپنے طور پر کوئی لڑائی نہیں تھی۔ وہ یزید کے حکم کے طور پر لڑ رہا تھا جیسے ہی خبر پہنچائی کہ یزید مر گیا انھوں نے کعبہ فتح نہیں کیا لشکر واپس چلا گیا۔ کونسی توبہ کا امکان اور احتمال اور کونسی مہلت ایسے لوگ جو عترت رسول ﷺ کو قتل کر دیں۔ آقا ﷺ کی روح پاک کو تڑپائیں۔

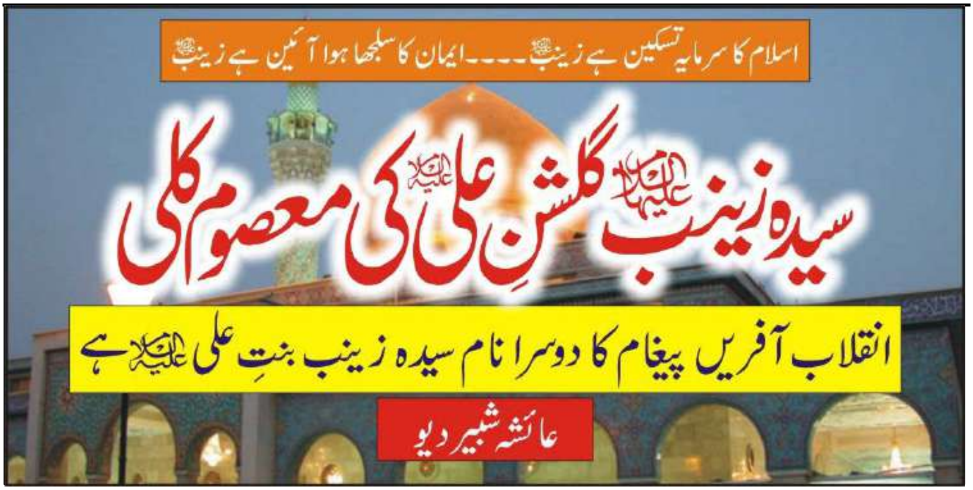

آپ کا نام سیدہ زینب بنت علیؑ ہے۔آپ کی پیدائش جمادی الاول ۵ ہجری کو ہوئی۔آپ کی کنیت ام الحسن یا بر روایت دیگر ام کلثوم تھی۔ واقعہ کربلا کے بعد آپ کی کنیت ام المصائب مشہور ہو گئی۔آپ کے القابات درج ذیل ہیں:

نائبۃ الزہرا، شریکۃ الحسین، ناموس الکبریٰ، صدیقۃ الصغریٰ، فصیحہ، بلیغہ، زاہدہ، فاضلہ، عالمہ، عابدہ، عاقلہ، کاملہ، قرۃ عین المرتضیٰ، خاتون کربلا، ثانی زہرہ، سفیرہ کربلا، خاتون انقلاب۔

نسب، سیدہ زینبؑ کا گھرانہ رشک ملائک عظمت و رفعت میں بے مثال اور روئے زمین کا بہترین گھرانہ تھا۔آپ کے نانا سیدالانبیاء، تاجدار ختم نبوت، فخر موجودات، رحمت عالم حضرت محمد مصطفی ﷺ ہیں۔

راہِ عزیمت

اللہ رب العزت دین اسلام کے احیاء اور غلبہ حق کے لیے ایسے افراد کو منتخب فرماتا ہے جو اپنی زندگیوں کو اللہ کی منشا کے مطابق گزارنے کا عزم صمیم کر لیتے ہیں۔ جن کے ارادے اتنے مضبوط ہوتے ہیں کہ باطل سے ٹکرا جاتے ہیں۔ کردار مرد و عورت کی تخصیص سے پاک ہوتے ہیں۔ انقلاب اول ہو تو مال قربان کرتی ہوئی پہلی اسلامی نظریاتی خاتون حضرت خدیجۃالکبریٰ کا کردار نظر آتا ہے۔ انقلاب کی بنیاد مستحکم کرتے ہوئے حضرت سمعیہ کی قربانی دکھائی دیتی ہے۔

کہیں جرنیل کے روپ میں حضرت صفیہ نظر آتی ہیں تو کہیں حضرت اسماء پیغام رسانی کا کردار نبھاتی ہیں۔ معاشرے کو بدلنے کے لیے حق کا علم بلند کرنے کے لیے غلبہ اسلام کے لیے صنف نازک کے ایسے مضبوط کردار نظر آتے ہیں جو راہ رخصت نہیں بلکہ راہ عزیمت اختیار کر کے حق کی پاسبانی کرتی رہی۔ راہ عزیمت کا عظیم کردار سیدہ زینب سفیرہ انقلاب، خاتون انقلاب سیدہ زینب کے عظیم انقلابی کردار نے گرتے ہوئے حسینی علم کو اٹھایا اور رہتی دنیا تک حسینیت کو زندہ کر دیا۔

اسلام کا سرمایۂ تسکین ہے زینب
ایمان کا سلجھا ہوا آئین ہے زینب
حیدر کے خدوخال کی تزئین ہے زینب
شبیر ہے قرآن تو یاسین ہے زینب
یہ گلشنِ عصمت کی وہ معصوم کلی ہے
تطہیر میں زہرا ہے تو تیور میں علی ہے

حق و باطل کی تفریق

ولا تلبسوا الحق بالباطل وتکتموالحق وانتم تعلمون۔

سیدہ زینب نے قرآن حکیم کی اس آیت کریمہ کے حکم کو اپنے کردار میں ڈھالتے ہوئے باطل کردار کو حق کے سامنے زیر کر دیا۔ حق کو واضح کرنے میں اپنا بھرپور کردار ادا کیا۔ سیدہ زینب کی صدائے انقلاب نے جاء الحق وزھق الباطل کا نعرہ بلند کیا۔

بندگی کا کمال

قل ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین۔

انقلابی کردار کے حامل افراد کا اپنے رب سے تعلق بندگی کمال کا ہوتا ہے اور اہل بیت اطہار کا ہر فرد کمال بندگی کا تاج سر پر سجائے نظر آتا ہے۔ سیدہ زینبؑ کمال بندگی کا پیکر نظر آتی ہیں۔ اپنی عبادات، قربانیاں زندگی اور موت اللہ کے نام کر دی صرف دعویٰ بندگی نہیں کیا بلکہ بندگی کا حق ادا کر کے امت کی تمام خواتین کے لیے مثال قائم کر دی۔

سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کے اوصاف صبر و استقامت، جرات و بہادری، شرم و حیا، وفا و ایثار، پاکیزگی و طہارت، تحمل و وقار، زہد و تقویٰ، عبادت و ریاضت، بلندی کردار و عظمت کردار کو بیان کرنے سے الفاظ قاصر ہیں۔ ان سب الفاظ کو رفعت و بلندی آپ کے کردار سے ہی ملی ہے۔

انقلابی تدبیر

باوجود اس کے کہ بظاہر تمام حالات بنی امیہ اور ان کے حکمراں یزید فاسق و فاجر کے حق میں تھے جناب زینب نے اپنے خطبوں کے ذریعے اموی حکام کی ظالمانہ ماہیت برملا کر کے ابتدائی مراحل میں ہی نواسہ رسول کے قاتلوں کی مہم کو ناکام و نامراد کر دیا۔

ولا تلبوا الحق بالباطل وتکتموالحق وانتم تعلمون۔

سیدہ زینبؑ نے حق کو باطل کے ساتھ خلط ملط نہیں ہونے دیا۔ بغاوت کے لبادے میں حق کو چھپانے نہیں دیا کیونکہ حق سے رضا کا نزول ہو رہا تھا جو سیدہ کو جرات دے رہا تھا۔ بے باکی و بے خوفی مل رہی تھی۔ حق کی قربت کی لذت، تکلیف، مصائب و اذیت غم کو دبا کر حق کی پرچار کروا رہی تھی۔ حق کی اشاعت ہو رہی تھی، سیدہ زینبؑ اوج کمال پر بندگی کا حق ادا کرتے ہوئے اس منظر میں کہ جب سب رشتوں و محبتوں کے سر کٹ کر نیزوں پر ہیں۔ تب بھی صنف نازک کا مضبوط کردار اور حق کی للکار بن رہی ہیں۔ آقا حسینؑ کے لازوال عشق کی بے مثال وفاداری نبھا رہی ہیں۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ نبھا رہی ہیں۔

دربار زیاد، بازار شام، کوفہ دمشق در و دیوار کوفہ، دربار یزید میں صدائے زینب صدائے انقلاب گونج رہی ہے۔ اس صدائے انقلاب نے حق غالب کرنے اور باطل کو مٹانے میں بھرپور کردار ادا کیا۔ دین کی فکری و نظریاتی اساس کو بچانے میں صدائے انقلاب مستحکم بنیاد فراہم کی۔

خطبات زینبؑ ثابت کرتے ہیں قربانیوں کی عظیم داستان رقم کرنے والے اپنے رب کی رضا پر راضی رہنے والے توکل اللہ کی کامل تصویر نظر آنے والے عمل کے ساتھ ساتھ لفظ بھی خودی کی سربلندی کا جامہ پہنے ہوئے ہیں کہ کہیں کوئی شکوہ نہیں شکایت نہیں بلکہ آزمائش پر منتخب ہونے پر اور پھر سرخرو ہونے پر مطمئن ہیں۔

سالارِ حقانیت

جناب زینب نے اپنے وقت کے ظالم و سفاک ترین افراد کے سامنے پوری دلیری کے ساتھ اسیری کی پروا کئے بغیر مظلوموں کے حقوق کا دفاع کیا ہے اور اسلام و قرآن کی حقانیت کا پرچم بلند کیا۔ جن لوگوں نے نواسہ رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو ایک ویران و غیر آباد صحرا میں قتل کر کے، حقائق کو پلٹنے اور اپنے حق میں الٹا کر کے پیش کرنے کی جرات کی تھی سردربار ان بہیمانہ جرائم کو برملا کر کے کوفہ و شام کے بے حس عوام کی آنکھوں پر پڑے ہوئے غفلت و بے شرمی کے پردے چاک کئے ہیں۔

خطبہ سیدہ زینب اعلائے کلمۃ الحق دربار یزید میں

لفظ لفظ حق کے موتی الفاظ فیض نبوت، لہجہ حیدر کرار، انداز سیدہ کائنات۔

سب خوبیاں اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے اور درود و سلام ہو نبی ﷺ پر آپ کی اہل بیت پر۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد برحق ہے ان لوگوں کا برا انجام جو برابر برے کام کرتے رہے اور اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلایا اور ان کے ساتھ تمسخر کیا۔ تو نے اے یزید! ہم پر زمین کے گوشے اور آسمان کے کنارے تنگ کر دیئے اور ہمیں قیدیوں کی طرح لایا گیا اور یہ گمان کرتا ہے کہ ہم ذلیل اور تو جلیل ہے اور تو دیکھتا ہے کہ دنیا تجھ کو حاصل ہے اور تیرے پاس تمام اسباب ہیں اور ہماری سلطنت تیرے قبضہ واقتدار میں ہے۔ اس لیے تو ناک چڑھا کر اترا رہا ہے اور اس کام سے بڑا خوش ہے۔ ٹھہر جا! جلدی نہ کر کیا تو خدا کا یہ فرمان نہیں جانتا کہ کافر لوگ یہ گمان نہ کریں کہ ہم نے جو ان کو ڈھیل دے رکھی ہے یہ ان کے لیے بہتر ہے ہم تو محض اس لیے ان کو مہلت دیتے ہیں کہ وہ دل کھول کر گناہ زیادہ کرلیں ان کے لیے رسوا کرنے والا عذاب موجود ہے۔ تو نے ہمارے زخم کو گہرا کر دیا اور ذریت رسول ﷺ اور عبد المطلب کی اولاد میں سے شارہائے زمین کے خون مقدس اور انہی کے موڑ میں وارد ہوگا۔ اس وقت تو اپنے رویہ کی بنا پر پسند کرے گا کہ کاش تیرے ہاتھ شل ہو جاتے اور جو کچھ کہا اور کیا ہے نہ کہتا نہ کرتا۔ میری دعا ہے اے باری تعالیٰ ہمارا حق ہم کو دے اور ہم پر ظلم کرنے والوں سے انتقام لے اور جن لوگوں نے ہمارا خون بہایا ہے اور ہمارا ساتھ دینے والوں کو شہید کیا ہے ان پر اپنا قہر وغضب نازل فرما۔

یزید اگرچہ حادثات زمانہ نے ہمیں اس موڑ پر لا کھڑا کیا ہے اور خاندان نبوت کو قیدی بنایا گیا ہے لیکن جان لے میرے نزدیک تیری طاقت کچھ بھی نہیں ہے۔ اللہ کی قسم اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتی اس کے سوا کسی اور سے گلہ و شکوہ بھی نہیں کروں گی۔ اے یزید مکر و حیلے کے ذریعے تو ہم لوگوں سے جتنی دشمنی کر سکتا ہے کرلے۔ ہم اہل بیت پیغمبر ﷺ سے دشمنی کے لیے تو جتنی بھی سازشیں کر سکتا ہے کرلے لیکن اللہ کی قسم تو ہمارے نام کو لوگوں کے دل و ذہن اور تاریخ سے نہیں مٹا سکتا اور تو ہماری حیات اور ہمارے افتخارات کو نہیں مٹا سکتا اور اسی طرح تو اپنے دامن پر لگے ننگ و عار کے بدنما داغ کو بھی نہیں دھو سکتا اللہ کی لعنت ہو ظالموں اور ستمگروں پر۔

ان مظالم کو بیان کر کے جو یزید نے میدان کربلا میں اہل بیت پر روا رکھے تھے سیدہ نے لوگوں کو سچائی سے آگاہ کیا۔

حیدر کبھی بنی کبھی شبیر زینبؑ
قرآن اگر حسینؑ تو تفسیر ہے زینبؑ
حفظ اماں کی دین یہ زنجیر ہے زینبؑ
بعد حسینؑ نانا کی سفیر ہے زینبؑ
بے تیغ لڑیں تو علمدار بن گئی
خطبہ دیا تو حیدر کرار بن گئی
چادر سے اپنی دین کا پردہ بنادیا
زندہ حسینؑ ہے یہ زمانے کو بتادیا
نبیؐ کا مان، علیؑ کا وقار ہے زینبؑ
جلال رب کی آئینہ دار ہے زینبؑ
کلام کرتی ہوئی ذوالفقار ہے زینبؑ

سفیرہ کربلا کی ضرب سے ضمیروں میں بیداری

شام والے رفتہ رفتہ عراق میں گزرجانے والی قیامت کی حقیقت سے آگاہ ہوگئے اور انہیں یہ معلوم ہوگیا کہ کربلا

والے یزید کے حکم اور کوفہ کی فوج کے ہاتھوں شہید ہوئے ہیں رسول ﷺ خدا کے نواسے حسین بن علیؑ اور یہ خواتین بچے جنہیں قیدی بناکر دمشق لایا گیا ہے یہ پیغمبر اسلام ﷺ کے اہلبیتؑ یہ اس کاخاندان ہے جس کی جانشینی کے نام پر یزید ان پر دوسرے مسلمانوں پر حکومت کررہا ہے۔

بازار حمیدیہ جہاں شہدائے کربلا کی عورتوں اور بچوں کو اونٹوں پر لایا گیا۔ خطبہ زینب کبری کے سوختہ جگر اور تقوی سے سرشار دل سے نکلے ہوئے کلمات کا رد عمل یہ ھوا کہ پتھر دل والا بھی جب ایمان و تقوی سے سرشار اور خود کو ناتوان اور مدمقابل کو طاقتور سمجھے لگا۔ چند لحظوں کے بعد ھی قصریزید میں موت کا سناٹا چھاگیا۔

یزید نے حاضرین کی پیشانیوں سے ناراضی اور نفرت کے آثار دیکھے تو کہنے لگا خدا ابن مرجانہ کو غارت کرے ، میں حسینؑ کے قتل کو پسند نہیں کرتا تھا ، اس کے بعد اس بات کی طرف متوجہ ہوا کہ اسیروں کو اسی حالت میں رکھنا مصلحت کے خلاف ہے، حکم دیا کہ انہیں دوسری جگہ منتقل کردو۔ قریش کی خواتین میں سے جو بھی ان سے ملنا چاہتی ہے مل سکتی ہے عظمت زینب سلام اللہ علیہا کی عظمت اور قوت قلب اس وقت اور اچھی طرح آشکار ہوجاتی ہے کہ جب یزید کی مجلس میں آپ کی روحانی حیثیت اور رخطبہ اپنا اثر قائم کرتا ہے۔

جس زینبؑ نے مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ اور مکہ معظمہ سے کربلا اور کربلاسے کوفہ اور کوفہ سے شام کے سفر کے دوران بڑی بڑی مصیبتیں اٹھائی ہیں اور سفر میں ذرہ برابر آرام میسر نہیں آیا اور کسی ایک شخص یا جماعت کی حمایت کے بغیر قافلہ سالاری کو سنبھالے رہیں اور منزل بہ منزل ان کی حفاظت کرتی رہیں۔

اس ماحول میں لب کشائی کے لیے شیر کا کلیجہ اور جرأت درکار ہے ، زینب ﷺ کی رگوں میں علیؑ و فاطمہؑ کا خون دوڑ رہا ہے۔ آپ اپنے زمانہ کے بڑے بت کے سامنے اس شجاعت و شہامت سے ایسے سخن ریز ہوتی ہیں اور اہلبیتؑ کی عظیم قربانیوں کا حقیقی پیغام پھیلادیتی ہیں اور خوابیدہ ضمیروں کو بیدار کردیتی ہیں۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری احسان سیدہؑ کا اعتراف کرتے ہوئے ان کے مشن کی تکمیل کے لیے پیغام زینب کو اس دور میں عملی تصویر دینے کے لیے منہاج القرآن ویمن لیگ کا قیام عمل میں لائے ہیں۔

منہاج القرآن ویمن لیگ کی جرات وہمت سیدہ اور سفیرہ صدائے حق وانقلاب کی امین ہے۔

دعوت حق اور انکار باطل کی جرات اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے فریضہ کی انجام دہی کے لیے آج کی عورت چادر ثانی زہرہ کے سایہ میں اعلائے کلمۃ الحق بلند کرنے کا عزم منہاج القرآن ویمن لیگ کا مقصد اولین ہے۔

نامِ زینب میں کردارِ بے شمار

حیا کی چادر کی امیں — زاہرہ ثانی نظر آئی زینبؑ
جلتے خیمے بکھرے لاشے — صبرِ ایوب نظر آئی زینبؑ
ذبح ہوتے بیٹے — عشق ابراہیم نظر آئی زینبؑ
بے تیغ لڑتے — ذوالفقار حیدر نظر آئی زینبؑ
انکار باطل کرتے — جرات علی نظر آئی زینبؑ
پرچار حق کرتے — داعی مصطفی نظر آئی زینبؑ
ظالم کو للکارتے — عزمِ شبیر نظر آئی زینبؑ
صدائے حق کرتے — رضائے حق کی تصویر نظر آئی زینبؑ

حقیقتِ ابدی ہے مقامِ شبیری۔۔۔ بدلتے رہتے ہیں اندازِ کوفی و شامی

واقعہ کربلا کے محرکات و فلسفہ شہادت

امانت، عدل، وفا، تقویٰ اور ایثار کا نام حسینیت ؑ ہے

ڈاکٹر انیلہ مبشر

غریب و سادہ و رنگیں ہے داستانِ حرم
نہایت اس کی حسین ؑ ابتدا ہے اسماعیل

تاریخِ اسلام میں اطاعت و رضا اور جرات و استقامت کے دو ہی استعارے ہیں اور دو ہی عظیم قربانیاں ہیں جنھوں نے حیاتِ انسانی کو ایک نئی جہد عطا کی اور فکری و عملی انقلاب سے روشناس کیا۔ اسلام کی حقانیت و ہدایت کے تحفظ میں قربانی کی سنت کا آغاز حضرت اسماعیل ؑ سے ہوا۔ اپنے سعادت مند بیٹے سے حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے حکم ربی کا ذکر کیا کہ خواب میں انھیں اپنی عزیز ترین متاع راہِ خدا میں قربان کرنے کے لیے کہا گیا ہے۔

عزیمت واستقامت کے پیکر اس عظیم سپوت نے فوراً سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے خود کو عظیم قربانی کے لیے پیش کر دیا اور والد سے فرمایا کہ آپ اللہ تعالیٰ کا حکم بجالایئے، آپ مجھے صابروں میں پائیں گے۔ تحفظِ دین کی خاطر خود کو پیش کر دینے کی جس سنت کا آغاز حضرت اسماعیل ؑ نے کیا اس کی انتہا شہادتِ امام حسین ؑ پر منتج ہوئی۔ حق و باطل کی معرکہ آرائی میں حق کی سربلندی، عظمتِ دین کی بقا کی جدوجہد اور اعلیٰ انسانی قدروں کی پاسداری اپنی انتہائی سورت میں امام عالی مقام کی ذاتِ گرامی سے وابستہ ہے۔ شہید کربلا نے اپنی اور اپنے اعزا و اقارب کی عظیم قربانی پیش کر کے پرچمِ توحید کو قیامت تک کے لیے سربلند کر دیا اور اسلام کو حیاتِ نو بخش دی۔ امام عالی مقام نے اپنے جدِ امجد حضرت ابراہیم و اسماعیل اور اپنے نانا سید الانبیاء حضرت محمد مصطفی ﷺ کی اتباع کرتے ہوئے دین مبین کی روح کو زندہ وجاوید کر دیا۔

تاریخِ اسلام کے محققین نے ان دو اصحاب کی قربانیوں اور تعبیرِ خواب کو ان الفاظ میں خراجِ عقیدت پیش کیا ہے کہ

"حضرت ابراہیم ؑ کے خواب کی تعبیر دس ذی الحجہ کو پوری ہوئی اور حضرت امام حسین ؑ کا خواب دس محرم 61ھ کو تعبیر سے ہمکنار ہوا۔"

جگر گوشہ علی و بتول، شہید کربلا حضرت امام حسین ؑ کی پرورش آغوشِ رسول ﷺ میں ہوئی۔ نبوت و امامت سب آپ کی تعلیم و تربیت میں شامل تھے۔ آپ نے انقلابی پیغام کو اپنے گھر سے جاری ہوتے دیکھا۔ خلفا راشدین کے عہد بابرکت کے اختتام کے بعد جب اسلامی قوانین و حدود کو تبدیل کیا جانے لگا تو اس ظلم و جبر اور فسق و فجور کے خلاف کلمہ حق بلند کرنا آپ کا فرضِ اولین تھا۔ حکومتی صفوں میں ایسی بہت سی اقدار و روایات کو متعارف کروایا جا رہا تھا جو کسی طور پر اسلام کے اولین دور سے مطابقت نہیں رکھتی تھیں۔ احکام خداوندی کو پس پشت ڈال کر شریعتِ اسلام کا سارا نظام تہہ و بالا کیا جا رہا تھا۔ محمد رسول اللہ ﷺ کا فرمان تھا کہ "ظالم و جابر حکمران کے خلاف کلمہ حق بلند کرنا سب سے بڑا جہاد ہے۔" (سنن نسائی و ترمذی) چنانچہ نواسہ

رسول ﷺ نے ظالمانہ قوانین کی پیروی کرنے سے انکار کرتے ہوئے اعلان فرمایا:

"لوگو! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس نے ظالم، محرماتِ الٰہی کو حلال کرنے والے، اللہ کے عہد کو توڑنے والے، اللہ کے بندوں پر گناہ اور ظلم و زیادتی کے ساتھ حکومت کرنے والے بادشاہ کو دیکھا اور قولاً و عملاً اسے بدلنے کی کوشش نہ کی تو اللہ تعالیٰ کو یہ حق ہے کہ اس شخص کو اس ظالم بادشاہ کی جگہ دوزخ میں داخل کردے۔ آگاہ ہو جاؤ ان لوگوں نے شیطان کی حکومت قبول کرلی ہے اور رحمٰن کی اطاعت چھوڑ دی ہے۔ ملک میں فساد پھیلایا اور حدود اللہ کو معطل کردیا ہے۔ یہ مال غنیمت سے اپنا حصہ زیادہ لیتے ہیں۔ انھوں نے اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال کردیا ہے اور حلال کردہ چیزوں کو حرام کردیا ہے۔ اس لیے مجھے اس کو بدلنے کا حق ہے۔"

شہیدِ کربلا نے اپنی اور اپنے اعزا و اقارب کی عظیم قربانی پیش کرکے پرچمِ توحید کو قیامت تک کے لیے سربلند کردیا اور اسلام کو حیاتِ نو بخش دی۔ امام عالی مقام نے اپنے جدِ امجد حضرت ابراہیم و اسماعیل اور اپنے نانا سید الانبیاء حضرت محمد مصطفی ﷺ کی اتباع کرتے ہوئے دینِ مبین کی روح کو زندہ و جاوید کردیا

خلافت راشدہ کی جمہوری اقدار کے برعکس بنو امیہ کی استبدادی اور شخصی نظمِ حکومت کا قیام ایک ایسا چیلنج تھا جس نے امام عالی مقام کو اعلائے کلمۃ اللہ اور شریعتِ اسلامی کی بقا کے لیے سینہ سپر ہونے پر مجبور کردیا۔ اسلام میں موروثی حکومت کی کوئی گنجائش نہ تھی۔ امیر معاویہؓ نے اپنے بیٹے یزید کو اپنا جانشین مقرر کرکے خلافت کو بنو امیہ کا موروثی حق قرار دے دیا۔ یزید کی بے اعتدالیوں کے باعث اسے عوام میں پذیرائی حاصل نہ تھی۔ اسلام ایک شورائی خلافت کا تقاضا کرتا ہے جس میں رنگ و نسل اور خاندانی درجات کو کوئی اہمیت حاصل نہیں۔ خود محمد رسول اللہ ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع میں اعلان فرمایا تھا:

"اگر کوئی بنی بریدہ حبشی بھی تمہارا امیر بنادیا جائے اور وہ تمہیں کتاب اللہ کے راستے پر چلائے تو اس کی اطاعت تم پر فرض ہے۔"

خلفائے راشدین کے انتخابی طریقہ کار نے ثابت کردیا کہ خلافت نہ موروثی ہے اور نہ اس کے حصول کے لیے طاقت کا استعمال جائز ہے۔ اس کے برعکس امیر معاویہؓ نے اپنی زندگی میں ہی اپنے بیٹے یزید بن معاویہ جس میں تقویٰ کے اعلیٰ اوصاف موجود نہ تھے خلیفہ نامزد کردیا اور اس کے لیے جبراً، طاقت و لالچ سے اپنی زندگی میں بیعت حاصل کرنے کی کوشش کی۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے امیر معاویہؓ کے روبرو کہا کہ خلیفہ منتخب کرنے کے صرف تین طریقے ہمارے لیے قابل قبول ہیں جو خلفائے راشدین کے دور میں استعمال ہوئے اور جانشینی کا طریقہ کسی طور پر قابل قبول نہیں۔ امیر معاویہ اور اس کے بعد یزید بن معاویہ نے بالجبر بیعت لینے کا جو طریقہ اختیار کیا وہ بالکل غیر اسلامی تھا۔ اس کا اندازہ اس وصیت کے متن سے ہوتا ہے جو امیر معاویہؓ نے 60 ہجری میں بیماری کی حالت میں اپنے ولی عہد بیٹے یزید کے لیے لکھوائی۔

"جان پدر! میں نے تمہاری راہ کے تمام کانٹے ہٹا کر تمہارے لیے راستہ ہموار کردیا ہے۔ دشمنوں کو زیر کرکے سارے عرب کی گردنیں تمہارے سامنے جھکادی ہیں اور تمہارے لیے ایک بڑا خزانہ جمع کردیا ہے۔ خلافت میں حسین بن علیؓ، عبداللہ بن عمرؓ، عبدالرحمن بن ابی بکرؓ، عبداللہ بن زبیرؓ کے علاوہ کوئی حریف نہیں۔ عبداللہ بن عمرؓ سے کوئی خطرہ نہیں انہیں زہد و عبادت کے علاوہ اور کسی چیز سے کوئی واسطہ نہیں۔ عام مسلمانوں کی بیعت کے بعد انھیں کوئی عذر نہ ہوگا۔ عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ میں کوئی ذاتی حوصلہ وہمت ہیں۔ البتہ حسین بن علیؓ کی جانب سے خطرہ ہے۔ اہل عراق انہیں تمہارے مقابلے میں لاکر چھوڑیں گے۔ وہ جب تمہارے مقابلے میں آئیں اور تم کو ان پر قابو ہو جائے تو درگزر سے کام لینا کہ وہ قرابت دار بڑے حقدار اور

رسول اللہ ﷺ کے عزیز ہیں۔ البتہ جو شخص لومڑی کی طرح دکھائی دے گا اور شیر کی طرح حملہ کرے گا وہ عبداللہ بن زبیرؓ ہے۔ اگر وہ صلح کرلے تو خیر ہے ورنہ قابو پانے کے بعد اس کو ہر گز نہ چھوڑنا اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے اڑا دینا۔"

خلفائے راشدین کے دور میں مجلس شوریٰ نہ صرف خلیفہ کو مشورہ دیتی بلکہ احتساب کے فرائض بھی انجام دیتی۔ خلیفہ کی باز پرس بھی کر سکتی اور اسے سیدھے راستے پر بھی چلا سکتی تھی لیکن امیر معاویہؓ نے مجلس شوریٰ کو ختم کرکے اس کی جگہ درباری مشیروں کو دے دی۔ یزید کے دور میں خلافت کے جملہ امور دربار کے یہی مشیر وزیر چلا رہے تھے۔ اعلیٰ عہدوں اور مناصب پر تقرری کے لیے تقویٰ اور اہلیت کی بجائے خوشامد اور خاندانی تعلقات کو اہمیت دی جاتی۔

اسی طرح بیت المال کو ذاتی خزانے میں تبدیل کر دیا گیا۔ انعام واکرام کا لالچ دے کر عوامی حمایت خریدی جاتی تو دوسری طرف سادہ طرزِ حیات کو خیر باد کہہ کر شاہانہ طرز زندگی کو اپنایا جانے لگا۔ قیصر وکسریٰ کے نمونے پر دفاتر اور محلات تعمیر ہونے لگے۔ دروازوں پر دربان رکھے جانے لگے تو مسجد میں عوام سے الگ خلیفہ کے لیے مقصورے بنا دیئے گئے۔ یہاں تک کہ پہلی مرتبہ دین کو سیاست سے الگ کر دیا گیا۔

خود محمد رسول اللہ ﷺ اور ان کے بعد خلفائے راشدین نے سیاست کو عبادت کی طرح ہر قسم کی آلودگی سے پاک رکھا اور بلند اخلاقی اقدار کو انفرادی و اجتماعی، معاشرتی و معاشی زندگی کا حصہ بنایا۔ مگر عہد یزید میں شہر اقتدار کا حصول اور طاقت و قوت کا غلبہ تمام تر دینی، روحانی اور اخلاقی قدروں سے بالاتر تصور کیے جانے لگا۔

حضرت امام حسینؓ خلافتِ راشدہ کا تسلسل چاہتے تھے۔ جب آپ کو بالجبر بیعت واطاعت پر مجبور کیا گیا اور حجاز مقدس کی سرزمین نواسہ رسول ﷺ کے لیے تنگ کی جانے لگی تو آپ نے اپنے عزاواقارب کے ہمراہ سفر کوفہ اختیار کیا۔ آپ نے کربلا کے ریگ زاروں کو اپنے کنبہ کے 72 پاک نفوس کے خون سے گلزار کرنا تو قبول کر لیا مگر شہر مدینہ و مکہ میں خون ریزی برپا نہ ہونے دی۔ آپ نے نانا کے لائے ہوئے دین میں تحریف گوارا نہ کی یہاں تک آپ کا جسم اطہر زخموں سے چور چور ہو گیا آپ نے اہل حق کو یہ راز سمجھایا کہ باطل قوتوں کے خلاف گردن تو کٹائی جا سکتی ہے مگر جھکائی نہیں جا سکتی۔ ظالم کے ہاتھ میں ہاتھ دینے اور بیعت کرنے سے بہتر رتبہ شہادت اور حیاتِ جاودانی ہے۔ اخلاقِ عالیہ کا درس آپ نے بارگاہ رسالت سے حاصل کیا۔ اس اسوہ حسنہ کو آپ نے اس طرح حرزِ جاں بنایا کہ اپنے جاں نثاروں کے ہمراہ شہادتِ عظمیٰ پر فائز ہوئے اور دنیائے انسانیت کو عظمتِ انسانیت کا اسلوب سکھایا۔ آپ اپنے نانا کے بتلائے ہوئے اعلیٰ وارفع اصولوں کی عملی تصویر بنے۔

> جگر گوشہ علی وبتول، شہید کربلا حضرت امام حسینؓ کی پرورش آغوشِ رسول ﷺ میں ہوئی۔ نبوت و امامت سب آپ کی تعلیم و تربیت میں شامل تھے۔ آپ نے انقلابی پیغام کو اپنے گھر سے جاری ہوتے دیکھا۔ خلفا راشدین کے عہد بابرکت کے اختتام کے بعد جب اسلامی قوانین و حدود کو تبدیل کیا جانے لگا تو اس ظلم و جبر اور فسق و فجور کے خلاف کلمہ حق بلند کرنا آپ کا فرضِ اولین تھا

الغرض سانحہ کربلا ایک ایسا دل خراش حادثہ تھا جس سے پورا عالم اسلام لرز گیا۔ اس واقعہ نے اسلام کی دینی، سیاسی اور اجتماعی تاریخ پر دور رس اثرات مرتب کیے۔ جگر گوشہ رسول اللہ ﷺ کے اس بیدردانہ قتل نے حق و باطل کی جنگ کو ایک نئی جہد اور سمت عطا کی۔ آپ کی شہادت عظمیٰ اس حقیقت کی روشن دلیل ہے کہ ریاست اسلامیہ کے حکمران اگر قرآن وسنت کے احکامات کو چھوڑ کر فسق وفجور کے دلدادہ بن چکے ہوں تو ان کی سیادت قبول کرنا گناہ عظیم ہے اور ان کے خلاف تلوار اٹھانا ثوابِ عظیم ہے۔ اس طرح آپ نے عظیم قربانی دے کر طاغوتی طاقتوں کے سامنے کلمہ حق بلند کرنے کی قابل تقلید روایت قائم کی اور مسلمانوں کو باطل قوتوں کے خلاف سینہ سپر ہو جانے کا سبق دیا اور ثابت کر دیا کہ آپ کی شہادت درحقیقت اسلام کی سربلندی اور کتاب وسنت کے احیاء اور اعلائے کلمۃ الحق کی آئینہ دار ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ۔

(الاعراف،7: 10)

”اور بے شک ہم نے تم کو زمین میں تمکّن و تصرّف عطا کیا اور ہم نے اس میں تمہارے لیے اسبابِ معیشت پیدا کیے۔“

اسبابِ معیشت

یہ آیت کریمہ ہر انسان کو اس زمین سے اپنی معیشت کو مضبوط و مستحکم کرنے کے لیے تگ و دو اور مسلسل سعی و جدوجہد کی طرف راغب کرتی ہے۔ ہر انسان کی ذمہ داری اپنے گھر اور اپنے ملک کی معیشت کو سنوارنے کی ہے، اسباب معیشت باری تعالیٰ نے ہر انسان کو عطا کر دیئے ہیں۔ حتی کہ دنیا کے ہر خطے میں بسنے والے انسان کو رزق و معیشت اللہ ہی عطا کرتا ہے۔

معیشت اور ضروریاتِ انسانی

اس حوالے سے جدید معاشیات ہمیں یہ کہتی ہے کہ ہر شخص کو اپنی استعداد و صلاحیت کے مطابق کوئی نہ کوئی معاشی سرگرمی لازمی اختیار کرنی چاہیے۔ اس لیے کہ ہماری نفسانی خواہشات لامحدود ہیں جبکہ ہمارے معاشی وسائل لا محدود ہیں۔ کسی بھی فرد اور کسی بھی ملک کے باشندوں کے لیے مضبوط معیشت وہ ہے جس میں آمدن اور مصارف کے درمیان توازن ہو۔ حتی کہ ان کی آمدن زیادہ ہو اور مصارف کم ہوں۔ آج کی گلوبل ویلج میں صارف خریدنے والے افراد بھی ہیں اور ممالک بھی ہیں اور اسی طرح بیچنے والے افراد بھی ہیں اور ممالک بھی ہیں۔ کوئی صارف ہے تو کوئی دوسرا تاجر ہے۔ اب صارف نے فیصلہ کرنا ہے کہ اپنے وسائل معیشت کو دیکھتے ہوئے کیا وہ خریدے اور کیا نہ خریدے، خود اور اپنے ملک کو ممکن حد تک مقروض نہ کرے اور اگر قرض لینا ناگزیر ہو تو ان آسان شرائط پر لے جن کے مطابق اُس کا ادا کرنا اس کے لیے آسان ہو۔

گھر کا حاکم ہو یا ملک کا سربراہ ہو، اپنی دولت کی پیداوار اتنی بڑھا دے کہ اس کی تمام تر ضروریات کی تکمیل ہونے لگے، جس چیز کو بیرون ملک سے درآمد کرنا پڑے اس کو اپنے ملک میں پیدا کرنے کے لیے اقدامات کرکے، معاشی منصوبہ بندی کرے، اپنے زرمبادلہ کو زیادہ سے زیادہ بچائے اور اس کو صرف اور صرف ناگزیر چیزوں پر ہی صرف کرے۔ زرمبادلہ کا استعمال ہرگز ہرگز تعیشات پر نہ ہو۔ غرضیکہ ملک کے ہر شعبے کی پیداوار Production کے عمل کو بہت زیادہ بڑھا دینا ضروری ہے۔ جس سے ملک کی نہ صرف اپنی ضروریات پوری ہوں بلکہ اس پیداوار کو دوسرے ملکوں کو برآمد بھی کیا جاسکے۔ یہ عمل ہی کسی حاکم وقت کی اعلیٰ حکومتی کارکردگی ہے۔

آج کی دنیا میں جس بھی قوم کو اعلیٰ ترین حاکم وقت میسر ہوگا وہی قوم ترقی کرے گی اور وہ حاکم وقت ایسا ہو جو اپنے ذہن، صلاحیت، قابلیت اور قائدانہ صفات میں نہ صرف اپنی قوم میں

فائق برتر ہو بلکہ کل دنیا کی قیادتوں میں بھی منفرد، بے مثال اور ممتاز ہو تو ایسی قوم ہی اقوام عالم کی صف میں عزت کے ساتھ جی سکے گی اور جس ملک کے حکمرانوں میں اقوام عالم کے حکمرانوں کے مقابل صلاحیتیں اور قابلیتیں پست ہوں گی اس کی سزا پوری قوم کو بھگتنا پڑے گی۔

اسلامی معیشت کا فاروقی منہج

جب ہم تاریخ اسلام کا مطالعہ کرتے ہیں تو عہدِ رسالتمآب ﷺ کے بعد عہد فاروقی میں ہمیں حکومت کے ہر شعبے میں بے مثال ترقی نظر آتی ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے عہد حکومت میں ملک کے ہر ہر باشندے کو معاشی جدوجہد کرنے کا پابند کر دیا تھا۔ کسی بھی شخص کو آپ کے عہد میں بے روزگار رہنے اور دوسروں سے بلا عذر مانگنے کی اجازت نہ تھی۔ آپ نماز جیسے مقدس عمل کے بعد بھی کسی کو دیر تک مسجد میں بیٹھنے کی اجازت نہ دیتے تھے بلکہ اس کو پابند کرتے تھے کہ اٹھو اللہ کی زمین میں نکل جاؤ اور اس کی نعمت رزق کو تلاش کرو۔ اس لیے وہ رب ہمیشہ اپنے ماننے والوں کو یہی حکم دیتا ہے:

وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللهِ۔ (الجمعة، 62: 10)

”اور (پھر) اللہ کا فضل (یعنی رزق) تلاش کرنے لگو۔“

اللہ کا رزق تلاش کرو، تلاش رزق کا عمل ہی انسان کو حصول رزق کی منزل پر پہنچا دیتا ہے۔ تلاش رزق کی حضرت عمر فاروقؓ کی یہ نصیحت ہر دور کے مسلمانوں کے لیے ہے اور بطور خاص عصر حاضر کے تمام مسلمانوں کے لیے بھی انتہائی کارآمد ہے اور ان کی نجی معیشت اور ملکی معیشت کے استحکام کی بنیاد ہے۔ آپ اس نصیحت کو یوں ارشاد فرماتے ہیں:

”تم میں سے کوئی بھی شخص طلب رزق کے ذرائع کو چھوڑ کر نہ بیٹھ جائے اور یوں کہتا رہے کہ اے اللہ مجھے رزق عطا فرما باوجود اس کے کہ وہ یہ جانتا ہے کہ اللہ آسمان سے سونا اور چاندی نہیں برساتا ہے۔ بلاشبہ اللہ لوگوں میں سے بعض کو بعض کے ذریعے رزق فراہم کرتا ہے۔“

معزز قارئین! حضرت عمر فاروقؓ کا یہ فرمان در حقیقت رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کی تشریح و توضیح ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کے ہر نادار اور مفلس کو ترغیب دی ہے کہ وہ رزق حلال کی تلاش میں محنت کرے اور رزق حلال طلب کرنا اور اس کے لیے سعی و جدوجہد کرنا اور اس کے نتیجے میں اپنے پاؤں پر کھڑے ہونا اور معاشرے کے کسی بھی فرد کے لیے بوجھ نہ بننا۔ یہ ایک اچھے انسان کی سب سے بڑی نیکی ہے اور اس نیکی کی طرف اور اس رزق کے حصول کی ترغیب دیتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کے فقراء کو یوں خطاب کیا:

(بيهقي، شعب الایمان، 2: 81، رقم الحديث 1216)

”اے گروہ فقراء اپنے سروں کو اٹھاؤ اور (خوب جدوجہد کرو) بے شک تمہارے سامنے ایک واضح راستہ ہے اور نیکیوں کی طرف سبقت لے جاؤ اور (رزق کے باب میں) دوسروں پر اعتماد کر کے نہ بیٹھ جاؤ اور دوسروں کے دستِ نگر نہ ہو جاؤ۔“

معزز قارئین! اسلام عام حالات میں بھی معاشرے کے صاحب ثروت اور دولت مند طبقات کو وجوبی حکم انفاق دیتا ہے کہ اپنے مالوں سے غریبوں اور ناداروں کا حق زکوٰۃ کی صورت میں نکالو واتوا الزکوۃ۔

اور زکوٰۃ ادا کرو۔ قرآن اہل ایمان کو باور کراتا ہے کہ ان کے مالوں میں معاشرے کے ضرورت مند اور حاجت مند لوگوں کا بھی حق ہے۔ اس لیے فرمایا:

وفی اموالھم حق للسائل والمحروم۔

اب اگر وہ اپنے اس ایمانی فرض کی تکمیل خود کر دیں تو بہت ہی اچھا فعل ہے اور اگر وہ اس فرض کو نبھانے میں کسی قسم کی غفلت اور کوتاہی کا مظاہرہ کریں تو پھر ریاست کی ذمہ داری ہے کہ:

خذ من اموالھم صدقة۔

حضرت عمر فاروقؓ نے اسی حقیقت کا ادراک کرتے ہوئے ایک موقع پر ارشاد فرمایا:

حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا جس بات کا مجھے آج اندازہ ہو رہا ہے اگر اس کا پہلے اندازہ ہو جاتا تو میں اس میں تاخیر نہ کرتا کہ صاحب ثروت لوگوں کی فاضل دولت کو اپنے تصرف میں لے لیتا اور معاشرے کے فقراء مساکین میں اسے تقسیم کر دیتا۔

اسلام ہر شہری کی معیشت کے استحکام کی بات کرتا ہے وہ کسی کو بھی لاوارث اور بے یار و مددگار نہیں چھوڑتا ہے اور اس

مسئلے میں وہ مذہب و عقیدے کا فرق بھی روا نہیں رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے ایک مرتبہ حضرت عمر فاروقؓ کا گذر ایک بوڑھے یہودی کے پاس سے ہوا وہ لوگوں سے بھیک مانگ رہا تھا۔ آپ نے اس سے پوچھا:

فما الجاك الى ما ارای۔

اس عمر میں کس چیز نے تمھیں بھیک مانگنے پر مجبور کیا ہے؟

"اس بوڑھے یہودی شخص نے جواب دیا میں جزیہ کی ادائیگی روز مرہ کی حاجات کی تکمیل اور عمر رسیدگی و بے سہارگی کی وجہ سے لوگوں سے سوال کر رہا ہوں۔ حضرت عمر فاروقؓ نے اس کا ہاتھ پکڑا اور اسے اپنے ساتھ اپنے گھر لے آئے اور اسے اپنے گھر میں سے جو کچھ مال تھا اسے دے دیا اور پھر بیت المال کے خازن کو طلب کیا اور فرمایا اس شخص کو اور اس کے ہم عمر اسی طرح کے دوسرے لوگوں کی ریاست کی طرف سے دیکھ بھال کرو اور بیت المال کے افسر سے فرمایا بخدا ہم نے اس بوڑھے شخص کے ساتھ انصاف نہیں کیا۔ اس کی جوانی سے تو ہم نے خوب فائدہ اٹھایا ہے۔ اب اس کے بڑھاپے میں ہم نے اسے رسوا کر دیا ہے۔"

(ابو یوسف کتاب الخراج، 136)

اس کے بعد آپ نے اس آیت کریمہ سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا: انما الصدقات للفقراء والمسکین۔

فرمایا: الفقراء هم المسلمون۔

فقراء خود مسلمان ہیں۔ وھذا من المساکین من اہل الکتاب اور یہ اہل کتاب مساکین میں سے ہے۔ ووضع عنه الجزية وعن ضربائه۔ آپ نے اسی وقت اس سے اور اس جیسے ہم عمر بوڑھوں اور ضعیفوں کے سارے جزیہ کو یعنی ملکی ٹیکس کو معاف کر دیا۔

حکومت و ریاست کی دولت اور وسائل کے لیے حاکم وقت کا عقیدہ و خیال اور اس کی سوچ و فکر اور اس کا طرز عمل و کردار یہ ہونا چاہیے کہ وہ حکومت و ریاست کی دولت کو قومی دولت سمجھے اور اس دولت کو قوم کی امانت جانے اور قوم کے ایک ایک روپے کے استعمال پر اپنے آپ کو قوم کے سامنے جواب دہ سمجھے اس قومی دولت کے استعمال میں اپنی من مانیاں نہ کرے اور اپنے اختیارات کا ناجائز استعمال نہ کرے اس قومی دولت کو عیش پرستیوں میں خرچ نہ کرے۔ وزارت عظمیٰ اور کسی بھی حکومتی منصب پر متمکن ہوتے ہوئے خود کو سمجھائے۔ یہ قومی دولت اس کے باپ کی اور اس کی ماں کی کمائی کی ہر گز نہیں ہے اور نہ ہی یہ قومی دولت اس کی اپنی کمائی کا صلہ ہے بلکہ یہ پوری قوم کی امانت ہے جو اس کے سپرد کی گئی ہے۔

فرائضِ ریاست از تعلیماتِ فاروقی

حکومت کے سب سے بڑے منصب وزارت عظمیٰ سے لے کر ہر وزیر و مشیر تک اور ہر حکومتی محکمے کے افسر بالا سے ایک ادنیٰ اہلکار اور نائب قاصد تک حضرت عمر فاروقؓ اپنے کردار و عمل کی یہ دائمی نصیحت اصلاح احوال کے لیے ان سنہری الفاظ کے ساتھ کر رہے ہیں:

"حضرت ابو عثمانؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروقؓ نے ہمیں آذر بائیجان میں اپنا سرکاری حکم بھیجا۔ جس میں آپ نے سب عمال حکومت کو میرے سمیت یوں مخاطب کیا اے عتبہ بن فرقد یہ قومی دولت نہ تیری کمائی ہے نہ تیرے باپ کی کمائی ہے اور نہ ہی تیری ماں کی کمائی ہے۔ اس لیے اس قومی دولت کے ذریعے ہر مسلمان گھرانے کو صاحب روزگار بناؤ جس طرح تم اپنے اہل خانہ کو صاحب روزگار و خوشحال دیکھنا چاہتے ہو۔"

حضرت عمر فاروقؓ کے اس طرز حکومت کو اسلامی ریاست کے تمام حکمران بعد کے زمانوں میں اپنی اپنی بساط فکر کے مطابق اپنانے کی کوشش کرتے رہے ہیں۔

یہی وجہ ہے ہارون الرشید کا جب عہد حکومت آیا تو اس نے اسلامی معیشت کی معروف زمانہ کتاب الخراج، عالم اسلام کی عظیم القدر شخصیت امام یوسف سے مرتب کرائی جس کا مقصد خود امام ابو یوسف بیان کرتے ہیں:

"امیر المومنین نے مجھے ایک ایسی جامع کتاب لکھنے کا حکم دیا ہے جس میں خراج، عشور، صدقات اور اہل ذمہ کے احکام ہوں اور اس کے ساتھ جن معاشی احکام میں غور و فکر کرنا اور عمل کرنا ضروری ہے ان کا ذکر ہو اور اس کتاب کی تالیف کا مقصد یہ ہے رعایا پر کسی قسم کا حکومتی ظلم نہ ہو۔ رعایا اور حکومت کے باہمی معاملات خوش اسلوبی سے چلتے رہیں۔"

انسانی حیات اور انسانی معیشت یہ دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ آج جو انسان بھی حیات ہے اس کو ایک اچھی اور اعلیٰ معیشت کی اشد ضرورت ہے۔ انسان کو بہترین حیات اور مثالی معیشت فراہم کرنا حکومت وقت کی ذمہ داری ہے۔ معیشت کے لیے سب سے بڑا ذریعہ مال ہے اور اس مال سے انسانی حیات کا قیام ہے۔ اس لیے قرآن نے دوٹوک انداز میں اعلان کیا ہے:

اَمْوَالَکُمُ الَّتِیْ جَعَلَ اللّٰہُ لَکُمْ قِیٰمًا۔ (النساء، 4: 5)

”اور تمہارے مال جن پر اللہ نے تمہارا انظام زندگی قائم کیا ہے۔“

مال پر نہ صرف ہر انسان کی زندگی کا قیام ہے بلکہ حکومت کی ساری معیشت کا قیام و انصرام بھی مال و دولت پر ہے۔ اس لیے حضرت عمر فاروقؓ کے عہد حکومت 16 ہجری میں سارا عرب اسلام کی سلطنت میں آگیا اور یرموک کی فتح کی صورت میں رومیوں کی قوت کا بھی خاتمہ ہوا تو حضرت عمر فاروقؓ نے حکومت و سلطنت کے مالی و معاشی معاملات اور ملکی معیشت کو مستحکم کرنے کے لیے کچھ اقدامات کیے۔ آپ نے رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ادوار حکومت کی جاری مالیاتی پالیسیوں میں مزید اضافہ کیا ہے اور ان کو مزید منظم کیا ہے۔

آپ نے خراج کے نظم و نسق پر خصوصی توجہ دی ہے آپ کی معاشی پالیسی کی وجہ سے ملک کی آمدن میں بے پناہ اضافہ ہوا، آپ نے مفتوحہ زمینوں کو فاتحین کے سپرد بالکل نہیں کیا بلکہ اصلی باشندوں اور ان کے آباد کاروں کے پاس ہی ان کو رہنے دیا جس کی وجہ سے زمینوں کی پیداوار بہت زیادہ بڑھ گئی۔ حضرت عمر فاروقؓ کا طرز حکومت یہ تھا آپ جو بھی معاشی پالیسی لے کر آتے اس پر پہلے خوب بحث و مباحثہ کرتے اور خود ماہرین سے بھی تبادلہ خیال کرتے اور اس پالیسی کے تمام ممکنہ پہلوؤں کا خوب جائزہ لیتے تھے۔

کئی صوبوں میں آپ نے خراج اور مال گزاری کی شرح اور طریقہ وہی رہنے دیا جو اسلام میں پہلے سے مروج تھا، ہاں اگر اس میں عوام پر کوئی ظلم کا پہلو تھا تو اس کو فوری ختم کر دیا یا اس کی اصلاح کر لی۔ آپ نے افتادہ زمینیں کاشتکاروں اور زمینداروں میں تقسیم کر دیں۔ اس تقسیم کی شرط یہ تھی کہ ان زمینوں کو ہر حال میں آباد کرتا ہے۔ اگر کوئی شخص زمین لینے کے بعد تین سال تک اس زمین کو آباد نہیں کرتا تھا تو اس سے وہ زمین واپس لے لی جاتی تھی، اس پالیسی کے نتیجے میں سب کی سب افتادہ زمینیں آباد ہو گئیں۔ ملک کی آمدن بھی بڑھ گئی خراج اور عشر کی مقدار میں بھی بے پناہ اضافہ ہو گیا۔ (کتاب الخراج، 65، الفاروق شبلی نعمانی، مکتبہ اسلامیہ لاہور، ص196)

جو لوگ جنگ کے نتیجے میں اپنے علاقے چھوڑ گئے تھے جنگ کے بعد آپ نے اعلان کرایا اور حکومتی سطح پر مشتہر کیا کہ زمینوں کے اصل مالک واپس آجائیں اور اپنی زمینوں پر قابض ہو جائیں اس عمل سے جہاں ان کو معاشرتی تحفظ ملا وہاں وہ اپنی زمینوں سے دوسروں کی نسبت بہتر پیداوار لے سکتے تھے۔ حضرت عمر فاروقؓ کو زرعی صنعت کو ترقی دینے کا خیال اس قدر تھا کہ آپ کسی کسان کا نقصان برداشت نہیں کرتے تھے۔ ایک موقع پر کسی زمیندار نے شکایت کی کہ شام کے علاقے میں آپ کی فوج کی وجہ سے میری زرعی زمین کو نقصان پہنچا ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے اسی وقت دس ہزار درہم نقصان و خسارے کے معاوضے کے طور پر اس کو دلوا دیئے۔ (کتاب الخراج، ص68)

محکمہ ٹیکس و انہار اسلامی تعلیمات کی روشنی میں

آپ نے زراعت کو ترقی دینے کے لیے تمام ممالک مفتوحہ میں نہروں کا اجراء کرایا اور دریاؤں اور نہروں کے لیے بند باندھے تالاب تیار کرائے اور پانی کی تقسیم کے دہانے بنائے۔ بڑی نہروں سے ذیلی نہریں نکلوائیں، ان سارے امور کی دیکھ بھال کے لیے محکمہ انہار قائم کیا جس میں ایک لاکھ بیس ہزار مزدور روزانہ کام کرتے تھے۔ ان کے تمام مصارف بیت المال سے ادا کیے جاتے تھے۔ نہروں کی کھدوائی سے افتادہ زمینیں بڑی تعداد میں آباد ہو گئیں۔ ہر جگہ پانی پہنچ گیا اور زمینیں سرسبز و شاداب ہو گئیں۔

حضرت عمر فاروقؓ نے ملکی معیشت کو مضبوط اور مستحکم کرنے کے لیے زکوٰۃ، عشر، خراج کے علاوہ بھی مالی اقدامات کیے ہوئے تھے۔ جس میں لوگوں کے تجارتی مال پر عشور یعنی مالی ٹیکس لیا جاتا تھا اور غیر مسلموں کی جان و مال کی حفاظت کے لیے جزیہ لیا جاتا تھا اور دشمنوں کے ساتھ جنگ اور فتح کے نتیجے میں حکومت مال غنیمت اور مال فئی لیتی تھی۔ سب مسلمانوں سے

بڑی سطح پر زکوٰۃ وصول کی جاتی تھی۔ زکوٰۃ مسلمانوں کے کل مال سے وصول کی جاتی تھی۔ جس میں ان کی جائیداد اور ان کی مجموعی آمدنی اور ان کے مویشی بھیڑ، بکری اور اونٹ تک شامل تھے۔

حضرت عمر فاروقؓ کے دور خلافت میں سب سے زیادہ ملکی محصولات اور ٹیکسوں کی آمدن حکومت

کو حاصل ہوئی تھی۔ صرف آپ کی خلافت کے ابتدائی دو سالوں میں عراق کے صوبے سے صرف خراج سے حاصل ہونے والی آمدن دس کروڑ بیس ہزار درہم تک پہنچ گئی تھی۔(الفاروق،189، کتاب الخراج 31)

جبکہ مصر کے صوبے سے پانچ کروڑ چھ لاکھ روپے خراج بیت المال میں جمع ہوا تھا جبکہ شام سے جو خراج وصول ہوا اس کی کل رقم پانچ کروڑ اسی لاکھ روپے تھے۔(الفاروق: 193)

حضرت عمر فاروقؓ جب بھی خراج، مال گزاری بیت المال میں جمع کرتے تو اپنے عمال و گورنرز سے یہ عہد اور حلف چار دفعہ لیتے تھے کہ یہ خراج، مال گذاری اور یہ ٹیکس کسی ذمی یعنی غیر مسلم کسی اور مسلمان پر ظلم کر کے ہر گز ہر گز نہیں لیا گیا اور اس سلسلے میں انتہائی تعجب انگیز بات یہ ہے کہ بہت نرمی کے باوجود اتنا زیادہ خراج اور مال گزاری حضرت عمر فاروقؓ کے زمانے میں جمع ہوتا تھا۔ جس کی مثال بعد کے زمانوں میں میسر نہیں آتی ہے۔(کتاب الخراج،65، الفاروق 189)

تعلیماتِ اسلامی و سودی بینکاری

اب ہم اپنے موضوع کے عصری پہلو کی طرف آتے ہیں۔
آج ملکوں کی معیشت چلانے کے لیے ہم بدقسمتی سے اپنی ناقص معاشی پالیسیوں کی وجہ سے بین الاقوامی مالیاتی اداروں پر بہت زیادہ انحصار کرنے لگ پڑے ہیں۔ جس کے وقتی فوائد ملتے ہیں اور مستقل میں بے شمار نقصانات میسر آتے ہیں، ان اداروں کے مرہون منت ہونے پر ہمیں اپنے فکر و عمل سے بھی تہی دامن ہونا پڑتا ہے۔ ان اداروں کی پالیسیاں ہی ہماری فکر اور ہمارے عمل کی رفتہ رفتہ پہچان بن جاتی ہیں۔ ہم اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے خلاف عالمی مالیاتی اداروں سے سودی قرضے لیتے ہیں اور یہ سودی قرضے بڑھتے بڑھتے اس قدر زیادہ ہو جاتے ہیں کہ آج کی

موجودہ دنیا میں ہمارے سود اور ہمارے اصل زر کی مقدار ایک سو روپے کی مثال سے اتنی ہے کہ 70 روپے ہم سود کے ادا کر رہے ہیں اور صرف 30 روپے اصل زر کے قرض کے ادا کر رہے ہیں۔

ہم جتنا قرض ہر سال عالمی مالیاتی اداروں سے لیتے ہیں اس کا زیادہ حصہ سود پر ادا ہو جاتا ہے۔ ہمارا اصل زر اور اصل قرضہ وہیں کا وہیں اور توں کا توں برقرار رہتا ہے۔ ہمیں اچھی طرح دیکھنا ہے اور اچھی طرح سمجھنا ہے۔ یہ عالمی مالیاتی ادارے کیسے کام کرتے ہیں، ان کی Working کو جان کر ہی اور ان کی پالیسیوں سے اچھی طرح آگاہ ہو کر ہی ہم اپنی معیشت کو خود انحصاری اور آزاد معیشت کے طور پر قائم کر سکتے ہیں۔ ان عالمی مالیاتی اداروں کی کچھ باتیں بڑی اچھی ہیں جبکہ زیادہ تر انتہائی نقصان دہ ہیں۔ مگر ہم اپنی معاشی مجبوریوں کی وجہ سے ان کی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ ان کی ہر اچھی بات اور پالیسی بھی سب سے پہلے خود کو فائدہ پہنچانے پر منحصر ہے۔ جب ہم ان عالمی مالیاتی اداروں کی کارکردگی کو دیکھتے ہیں تو کچھ حقائق اس طرح ہمارے سامنے آتے ہیں۔

یہ عالمی مالیاتی ادارے یہ کہتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ پیسہ کماؤ اور کم از کم خرچ کرو اور اپنی کرنسی کی قیمت کم کرو سرکاری اخراجات بھی کم کرو مگر وہ اس پر زور نہیں دیتے اور وہ کہتے ہیں کہ ملک میں قیمتوں پر کنٹرول ختم کرو اور تنخواہوں میں تخفیف کرو اور ان میں اضافہ نہ کرو۔ باہر کی سرمایہ کاری اور درآمدات کے لیے اپنے دروازے کھولو، کارخانوں اور کھیتوں میں وہ چیزیں پیدا کرو جو برآمد کر سکو، سرکاری صنعتوں اور کارخانوں کی نجکاری کرو اگر بڑے پیمانے پر بے روزگاری پھیلے تو اس کی ذرا بھی پرواہ نہ کرو۔

تعلیم، صحت اور سماجی بہبود پر کم بجٹ خرچ کرو۔ یہ پیکج ترقی پذیر ملکوں کو دیئے جاتے ہیں اور ان پیکجز کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ملک جو کچھ کماتا ہے وہ سارا اور سب کچھ زر مبادلہ بن جاتا ہے اور یہ زر مبادلہ ملکی قرض کو قسطوں کی ادائیگی کے لیے استعمال کیا جاتا ہے اور عالمی مالیاتی اداروں کی پابندی کی وجہ سے عوام کو کمر توڑ مہنگائی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ عوام کی بہبود کی ساری تدبیریں الٹ ہو جاتی ہیں۔ عالمی مالیاتی ادارے عوامی احتجاج پر پر کشش پیکجز دیئے ہیں۔ غربت میں کمی کا پروگرام اور تدابیر دیتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ غربت کے سب سے بڑے ذمہ دار یہ خود ہوتے ہیں۔ دنیا کے

مقروض ملک اب تک اصل رقم سے کہیں زیادہ ان عالمی مالیاتی اداروں کو سود ادا کر چکے ہیں مگر قرض پھر بھی ختم ہونے کو نہیں آتا۔ اگر کوئی ملک نادہندہ ہو جائے تو اس کو کوئی بھی عالمی مالیاتی ادارہ قرض نہیں دیتا ہے۔ مقروض ملک جب بڑی تعداد میں زر مبادلہ کما نہیں سکتے تو اپنا قرض زر مبادلہ کی صورت میں ادا کرنے کے قابل نہیں رہتے جس کی وجہ سے وہ بنک نادہندہ ہو جاتے ہیں۔

ان مالیاتی اداروں کے قرض بہت معمولی شرح سے شروع ہوتے ہیں۔ بعد ازاں شرائط معاہدہ کے مطابق قرض خواہ ملک امریکی ڈالر کی شرح سود سے ایک فیصد زیادہ کی ادائیگی پر قرض لینے کا مستحق ہوتا ہے۔ جب امریکی ڈالر کی شرح سود میں بہت زیادہ اتار چڑھاؤ آتا ہے تو یہ مقروض ممالک سخت مشکلات کا شکار ہو جاتے ہیں۔ جس کی بنا پر ان کا قرض ناقابل برداشت ہو جاتا ہے۔

دنیا کے غریب ملک دنیا کے امیر ملکوں کو کئی سو ملین ڈالرز کی صورت میں قرض ادا کرتے ہیں۔ جس میں تھوڑا سا اصل زر ہوتا ہے اور اس قرض کا زیادہ تر حصہ سود کا ہوتا ہے۔ اس وقت دنیا کے غریب ملک امیر ملکوں کے بہت زیادہ مقروض ہیں۔ ان عالمی مالیاتی اداروں کے اہلکار ترقی پذیر ممالک کے راہنماؤں کو سیاسی اور معاشی ترقی کے نام پر جھانسہ دے کر ترقیاتی کاموں کے لیے عالمی مالیاتی اداروں سے قرض حاصل کرنے کی شروع میں ترغیب دیتے ہیں اور وہ اس قرض کے حصول کے لیے سہولت کار کا کردار ادا کرتے ہیں اور جب یہ ترقی پذیر ممالک قرض ادا کرنے کے قابل نہیں رہتے تو پھر عالمی قوتیں ان کے ملکی معاملات میں مداخلت کرتی ہیں اور اپنے مالیاتی دباؤ کے ذریعے بہت سے معاشی اور سیاسی غریب ممالک کے حکمرانوں سے فیصلے کراتے ہیں۔ جس سے ان کی اقتصادیات اپاہج اور معیشت و سیاست مفلوج ہو جاتی ہیں۔

عالمی مالیاتی اداروں کا وجود دوسری جنگ عظیم کے بعد 1945ء کے بعد منظم انداز میں نظر آتا ہے۔ جن کا مقصد ملکی معیشتوں اور ان کے باہمی معاملات میں زر مبادلہ اور بیرونی قرضہ جات پر نظر رکھنا ٹھہرا تھا۔ عالمی مالیاتی اداروں پر بڑی طاقتوں کا مکمل کنٹرول ہے۔ آج دنیا کا مالیاتی نظام ڈالر اور Special Drawing Rights (SDR) پر استوار ہے یہ کسی ملک کی کرنسی نہیں ہے بلکہ بین الاقوامی مالیاتی فنڈ کے کھاتوں کی جمع و تفریق کا نظام ہے SDR کا انحصار ڈالر پر نہیں بلکہ ملکوں کے زر مبادلہ پر ہے۔ SDR کو بین الاقوامی مالیاتی فنڈ تخلیق کرتا ہے۔ جیسے ملکی سنٹرل بینک کاغذی کرنسی کو تخلیق کرتے ہیں۔

بین الاقوامی مالیاتی فنڈ اپنی تخلیق کردہ SDR پر اپنے رکن ممالک کو مجبور کرتا ہے۔ وہ اسے بطور کرنسی قبول کریں۔ اب تک جن ممالک نے بھی بین الاقوامی مالیاتی فنڈ سے قرضے لیے ہیں وہ معاشی اعتبار سے تباہ و برباد ہوئے ہیں۔ بین الاقوامی مالیاتی ادارہ غریب ملکوں میں بجلی اور ذرائع رسل و رسائل اور مواصلات کی قیمتوں کو مسلسل بڑھاتا ہے اور پٹرول کی قیمتوں میں بھی مستقل اضافے کا مطالبہ کرتا رہتا ہے اور ہر اس چیز کی قیمت میں لازمی اضافہ کرتا ہے۔ جس کو عام آدمی استعمال کرتا ہے اور یوں قیمتوں میں اضافے کی وجہ سے غریب لوگوں پر اثر پڑتا ہے اور غریب آدمی مزید غریب تر ہوتا جاتا ہے۔

حاضرین گرامی قدر! بین الاقوامی مالیاتی فنڈ کا مالیاتی نظام ڈالر پر Base کرتا ہے مگر دنیا کے مختلف ممالک یہ دیکھ چکے ہیں کہ یہ نظام دنیا میں کامیابی کے ساتھ نہیں چل سکا ہے۔ اس لیے کہ بین الاقوامی مالیاتی فنڈ کے منصوبے ملک میں افراط زر پیدا کرتے ہیں اور یہ افراط زر ترقی پذیر ممالک کی معیشت کے لیے انتہائی زہر قاتل ہے۔ بین الاقوامی مالیاتی فنڈ کے متاثرین ممالک میں ارجنٹائن، نائجیریا، صومالیہ اور نائجر اور دیگر ممالک ہیں جو نشان عبرت بن چکے ہیں۔

حاضرین گرامی قدر! آئی ایم ایف کا کردار ایک پولیس کے ادارے جیسا ہے یہ سود کی شرح میں مسلسل اضافہ کرتا رہتا ہے جس سے غربت بڑھ جاتی ہے۔ ٹیکسوں کو مزید بڑھانا پڑتا ہے۔ جس کی وجہ سے بیروزگاری میں بہت زیادہ اضافہ ہوتا رہتا ہے اور یہ قومی اداروں کی نج کاری کی پالیسی دیتا ہے۔ جس سے ملکی اثاثے غیر ملکی لوگوں کے پاس چلے جاتے ہیں اور اس کی شرائط کے مطابق بین الاقوامی سرمائے کی آمد و رفت کے لیے تمام پابندیاں اٹھائی جاتی ہیں جس سے اسٹاک مارکیٹ عدم استحکام کا شکار ہوتی ہے اور یہ عالمی مالیاتی ادارہ بین الاقوامی بینکوں اور کارپوریشنوں کو زیادہ سے زیادہ آزادی دیتا ہے جس سے ملکی صنعت مفلوج ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد

غریب ملکوں کے پاس بہت کم زر مبادلہ رہ جاتا ہے۔ جس کے ذریعے وہ بمشکل بین الاقوامی قرضے ادا کر سکتے ہیں۔

آئے روز ملک میں مالیاتی اصلاحات کے نتیجے میں ساری ملکی دولت بین الاقوامی مالیاتی ادارے کے پاس چلی جاتی ہے اور IMF کے اس سارے مالیاتی نظام کو ساری دنیا میں تحفظ دینے والے سیاسی نظام کو جمہوریت کہتے ہیں۔ پاکستان نے اپنے قیام 1947ء سے 1958ء تک آئی ایم ایف سے کوئی قرضہ نہیں لیا۔ 1958ء سے جنرل ایوب خان کے دور سے قرضہ شروع ہوا جو اب تک اربوں ڈالر تک تجاوز کر گیا ہے۔ 2012ء میں آئی ایم ایف کے سربراہ Christine Lagarde نے کہا جب آئی ایم ایف کی اطراف کی دنیا میں زوال آتا ہے تو IMF ترقی کرتا ہے اور اس وقت آئی ایم ایف فعال اور متحرک ہو جاتا ہے اور اس وقت آئی ایم ایف زیادہ سے زیادہ قرض دیتا ہے۔ جس کی بنا پر اسے سود، مزید فیس اور بہت سے دیگر مالی فوائد ملتے ہیں اور یوں پورے ادارے کو بہت زیادہ نفع حاصل ہوتا ہے اور جب دنیا مالی بہتری کی جانب گامزن ہوتی ہے اور خوب مالی ترقی کرتی ہے تو عالمی مالیاتی ادارے کی کارکردگی گر جاتی ہے۔

خلاصہ کلام

آخری کلمات کی طرف آتا ہوں۔ وطن عزیز کا ایک غریب و مفلس ملک میں جاری ان ڈائریکٹ ٹیکسوں کے ذریعے بجلی، پٹرول اور گیس کی ہر پندرہ دن کے بعد مسلسل بڑھتی ہوئی قیمتوں کے ذریعے اس ملک کے بڑے بڑے عیش پرستوں کو پال رہا ہے ان کی ساری مراعات کا بوجھ بھی اپنے تنِ مردہ پر اٹھا رہا ہے۔

اہل درد کے لیے اور اہل نظر و فکر کے لیے اس قوم اور اس وطن سے پیار کرنے والوں کے لیے یہ حالات انتہائی تشویشناک ہیں، آؤ پاکستان اور بیرون ملک، پاکستان کے معاشی اور اقتصادی ذہن اور دماغ کو ایک جگہ جمع کرو، ان کو قومی اقتصادی کونسلوں اور صوبائی اکنامک کونسلوں کے ذریعے اکٹھا کر وان سب ذہنوں کے سامنے قوم کے اس بہت بڑے معاشی مسئلے کو حل کے لیے رکھو۔ یہ معاشی مسئلہ اتنا بڑا اہم ہے جتنا اس ملک کے دفاع کے لیے ایٹم بم بنانا اہم تھا۔ الحمدللہ اس مقصد کو اس قوم نے 80 اور 90 کی دہائی میں حاصل کر لیا تھا اور اب اس ملک کی معیشت کو بچانا اور اس ملک کو معاشی اعتبار سے بہت زیادہ مضبوط و مستحکم کرنا سب سے بڑا مسئلہ ہے۔ اس ملک کے غریب کو ہم نے ہر سیاسی دور میں بڑے سہانے خواب دکھائے مگر وہ غریب ہر بار ہمارے قومی راہنماؤں سے مایوس ہوا ہے۔ اس غریب الحال پاکستانی نے اپنے جسم میں پڑنے والے نوالے کو بھی وطن عزیز کے لیے قربان کر دیا ہے۔ اب اس کے جسم پر صرف اور صرف لباس باقی رہ گیا ہے اور اس کی بھی اس سے قربانی مانگی جا رہی ہے اور اس مقصد کے حصول کے لیے کبھی اسے ایثار کا مذہبی ترانہ سنایا جاتا ہے اور کبھی اسے وطن کی ناموس پر قربان ہونے کا سیاسی راگ سنایا جاتا ہے۔ مذہبی ترانہ سنانے والوں کو اس غریب اور مفلس کا حال ظاہر یہ صدا سنتا ہے:

ے دو وقت کی روٹی بھی میسر نہیں جن کو
کب تک وہ عقیدے کی غذا کھا کے جئیں گے

اور جب کسی سیاسی لیڈر کا اس مفلس و غریب الحال سے حصول ووٹ کے لیے پہلی اور آخری مرتبہ رابطہ ہوتا ہے وہ اس کی ووٹ کے ذریعے وہ سیاسی لیڈر معاشرتی عزت و عظمت اور قومی دولت کو پانا اور لوٹنا چاہتا ہے۔ تو یہ غریب شخص اپنے شہر اور اپنے علاقے کے ان امیروں اور لیڈروں کو دیکھتا ہے اور خود کو دیکھتا ہے تو وہ ان کی امارت کا اور اپنی غربت کا موازنہ شروع کر دیتا ہے اور یہ اپنی زندگی میں ایک ایک نوالے کو ترستا ہے جبکہ امیرِ شہر کے کتے بھی اس پر راج کرتے ہیں تو وہ اپنی زبان حال سے اپنی غربت، اپنی مفلسی اور اپنی بے توقیری اور اپنی ذلت پر تعجب انگیز نظروں سے اپنا نغمہ غربت ان سیاسی لیڈروں کو یوں سناتا ہے:

ے عجب رسم ہے چارہ گروں کی بستی میں
لگا کے زخم نمک سے مساج کرتے ہیں
غریبِ شہر ترستا ہے اک اک نوالے کو
امیرِ شہر کے کتے بھی راج کرتے ہیں

باری تعالیٰ اس وطن کو ہمیشہ سلامت رکھے اس کو معاشی اور سیاسی استحکام دے اور اقوامِ عالم میں اس کو عزت اور رفعت دے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

خرد کو غلامی سے آزاد کر۔۔۔جوانوں کو پیروں کا استاد کر

نسلِ نو کی صلاحیتوں کو کیسے نکھارا جائے؟

نوجوان نسل کسی بھی قوم کا حقیقی سرمایہ ہوتی ہے

پروفیسر حلیمہ سعدیہ

"نئی نسل کی صلاحیتوں کو کیسے نکھارا جائے" بجا طور پر یہ ہماری عقل و دانش کا امتحان ہے۔کیونکہ جس دور میں ہم جی رہے ہیں وہ سائنسی تحقیق کے ان گنت اور بیش بہا کرشمات سے یوں مزین ہے کہ ہمارے علاوہ ہماری نسلِ نو بھی ان سے از حد فیض یاب ہورہی ہے اور تلخ حقیقت یہ بھی ہے کہ نسلِ نو ان سائنسی کرشمات سے استفادہ کے ساتھ کسی حد تک منفی اثرات کا شکار بھی ہے۔

اگر ہم چاہتے ہیں کہ نسلِ نو کی صلاحیتیں نکھر سکیں تو لازم ہے کہ ان کے لیے معیاری ادب کی فراہمی کے ساتھ کتب تک رسائی بھی ممکن بنائی جائے۔ایسا نہ ہو کہ اپنے تعلیمی اخراجات سے پریشان حال نوجوان مہنگی کتب کو محض حسرت سے دیکھتا ہی رہ جائے۔ متوازن شخصی تکمیل کے لیے ضروری ہے کہ نصابی و ہم نصابی سرگرمیوں کو جدید تقاضوں کے مطابق ترتیب دیا جائے

حضرت علی کا فرمانِ عالی شان ہے کہ "ہر نئی نسل پہلوں سے بہتر ہوا کرتی ہے"۔اِس امر کے اعتراف میں کوئی قباحت نہیں کہ عصرِ حاضر کی نسلِ نو بے حد ذہین ہے اور فطانت کی وہ اوجِ سلیم جو ہمارے گمان میں نہ تھی وہ ان ہونہاروں کو میسر ہے۔ اسی لیے ان کی شخصیت کی تربیت و پرداخت اور ان کی تفریح طبع کو کسی معیار کے تابع کر پانا ایسا آسان نہیں جیسا کہ کبھی ہمارے آباء کو میسر تھا۔حضرت اقبال فرماتے ہیں:

آئینِ نو سے ڈرنا، طرزِ کہن پہ اڑنا
منزلِ کٹھن یہی ہے قوموں کی زندگی میں

امرِ یقینی ہے کہ اگر ہم نسلِ نو کی صلاحیتوں کو نکھارنا چاہتے ہیں تو اس خلیج کو کم کرنا ہوگا جو دانستہ یا نادانستہ طور پر ہمارے اور نسل نو کے درمیان حائل ہے۔مشاہدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس خلیج کے اسباب میں سب سے نمایاں سبب جدید آلات کے استعمال سے وہ ناآشنائی ہے جو ہمیں نسل نو کے جدید رجحانات سے دور رکھتی ہے۔ایک جانب انٹرنیٹ کے بڑھتے ہوئے استعمال نے ہمارے ہونہاروں کو ہر قسم کے علم تک ایسی رسائی فراہم کردی ہے کہ جو خیر و شر کی تمام سرحدوں کو عبور کرتی محسوس ہوتی ہے۔قابل غور امر یہ ہے کہ اگر ہم اس بگاڑ کو دیکھتے ہوئے بوکھلاہٹ

کا شکار ہوکر جدید آلات کے استعمال پر پابندی لگانے کی کوشش کریں گے تو سوائے ناکامی کے کوئی نتیجہ اخذ نہ ہوگا۔ لیکن دوسری جانب اگر ہم عصر حاضر کے نوجوانوں میں ایسا ذوق پیدا کردیں کہ وہ خود خیر اور شر کے پیمانوں میں اپنے لیے مثبت فیصلے کرسکیں اور جدید سہولیات اور انٹرنیٹ کے استعمال کو انفرادی اور قومی ترقی کا ضامن بنالیں تو خاطر خواہ نتائج مرتب ہوں گے۔

مذکورہ نتائج کے حصول کے لیے اگر لائحہ عمل بنایا جائے تو سرِ فہرست ''مطالعہ'' کی عادت کو اپنانے کی ضرورت ہے۔ بین الاقوامی سطح پر دیکھا جاتا ہے کہ ترقی یافتہ اقوام کے مثبت رجحانات میں نمایاں ترین رجحان کثرتِ مطالعہ ہوتا ہے۔ یوں ہم جیسے ترقی پذیر ممالک میں اگر نسل نو کی صلاحیتوںکو ابھارنے کا سوال سامنے آئے تو مطالعہ کی مفید عادت کا فروغ اس کی پہلی کڑی ہونی چاہئے اور اگلا مرحلہ مفید کتب کی اشاعت ہے۔ یہاں یہ امر قابل توجہ ہے کہ عصر حاضر کے جدید رجحانات کے مطابق نسلِ نو کی شخصی تعمیر کے لیے پرنٹ میڈیا کے ساتھ ساتھ سوشل میڈیا پر بھی دسترس حاصل کرنا ضروری ہے۔

> اگر ہم عصر حاضر کے نوجوانوں میں ایسا ذوق پیدا کردیں کہ وہ خود خیر اور شر کے پیمانوں میں اپنے لیے مثبت فیصلے کرسکیں اور جدید سہولیات اور انٹرنیٹ کے استعمال کو انفرادی اور قومی ترقی کا ضامن بنالیں تو خاطر خواہ نتائج مرتب ہوں گے

گفتگو کا وہ ہنر جو کبھی ادنیٰ و اعلیٰ کی پہچان ہوا کرتا تھا اب ''گلوبل ویلج'' کے نعرہ مستانہ میں اس طرح ضم ہوتا جارہا ہے کہ زبان و ادب کی وہ شیرینی، نفاست اور سحر انگیزی جو ماضی کا خاصہ تھی، اب خال ہی نظر آتی ہے۔

ادب کا فروغ نسلِ نو کی صلاحیتوں کو ابھارنے کا موثر ذریعہ ہے۔ بلاشبہ ادب نئی نسل کی سوچ کو مثبت زاویے عطا کرنے اور ان کے مزاج کو پرامن اور صلح جُو بنانے میں اہم کردار ادا کرسکتا ہے۔

علاوہ ازیں فنونِ لطیفہ کے دیگر شعبہ جات سے منسلک ہنرمندوں کی تعمیری سوچ بھی نئی نسل کی صلاحیتوں کو نکھارنے میں اہم کردار ادا کرسکتی ہے اور ان فنی صلاحیتوں کو اگر تعلیمی نصاب کی صورت میں پیش کرکے فرزندانِ شوق کو اپنے ہنر کو تابش کرنے کا موقع دیا جائے تو بہتری کی امید ہے۔

بغور مطالعہ کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ دورِ حاضر کا نوجوان تفریحِ طبع کے لیے سب سے زیادہ سوشل میڈیا کو استعمال کرتا ہے۔ آج کے سوشل میڈیا پر غائرانہ نگاہ ڈالیں تو یہ تین ادوار میں تقسیم معلوم ہوتا ہے۔

2012ء کے بعد انقلابی قدم کے طور پر تھری جی کے آنے سے انٹرنیٹ میں آنے والی تیزی نے ہمارے نوجوانوں کو معلومات کے ایک سیلاب کے سامنے لاکھڑا کیا اور پھرجب فور جی اور فائیو جی متعارف ہوگیا تو یہ سیلِ رواں اس بات کا تقاضا کرنے لگا ہے کہ سوشل میڈیا کے اس طاقت ور ذریعہ کو نسلِ نو کی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کے لیے استعمال کیا جائے۔

لہذا شائع ہونے والی کتب ہی کی مانند، ویب سائٹس پر متعارف ہوتے ہوئے ''بلاگ'' اور ان کے لکھاری اس میں اہم کردار ادا کرسکتے ہیں اور یوں مہینوں، دنوں اور گھنٹوں کی بجائے چند منٹوں میں ہم نوجوانوں کی راہنمائی اور اصلاح کا فریضہ سرانجام دے سکتے ہیں۔ انسٹا گرام، ٹوئٹر، یوٹیوب ان سب ذرائع کے استعمال کو مثبت

بنانے کی اشد ضرورت ہے تاکہ ہمارا آج کا نوجوان کسی ایسی سوچ کو اختیار نہ کرے جو اس کی پوشیدہ صلاحیتوں کے مثبت اظہار میں رکاوٹ بن جائے۔

حالیہ دور سے ہی ایک مثال پیشِ خدمت ہے۔ ایک نوجوان مزاح پر مبنی ایک یوٹیوب چینل چلارہا ہے۔مزاح کے مذکورہ انداز کو عرفِ عام میں ’’پربینک‘‘ کہا جارہا ہے۔

اعداد و شمار کے مطابق اس کم عمر جوان کے چینل کے سبکرائبرز ملینز ہیں اور ان میں زیادہ تر افراد کی عمریں 16 سے 19 سال ہیں۔اگر یہی ذریعہ کسی تربیتی و اخلاقی معیار کے مطابق نوجوانوں کی صلاحیتوں کو مثبت نکھار دے اور اُن کی فنی صلاحیتوں کے فروغ میں مددگار معلومات فراہم کرے تو کس قدر سرعت کے ساتھ معاشرتی اصلاح اور معاشی مسائل پر قابو پایا جاسکتا ہے۔اگر اس جانب توجہ نہ کی گئی تو مذاق کی وہ صورتیں جو قیمتی جانوں کے نقصان کا باعث بنتی ہیں موجود رہیں گی۔

کیوں نہ اس نسل نو کو ہم ولوگس دیں۔ بک ریویوز کی طرف لے کر جائیں، باہمی مذاکراتی نشستوں کے ذریعے ان کو تکنیکی صلاحیتوں کے فروغ کی جانب لے کر جائیں۔اکبر الہ آبادی نے کہا:

وہ باتیں جن سے قومیں ہورہی ہیں نامور سیکھو
اٹھو تہذیب سیکھو، صنعتیں سیکھو، ہنر سیکھو
بڑھاؤ تجربے اطرافِ دنیا میں، سفر سیکھو
خواصِ خشک و تر سیکھو، علومِ بحر و بَر سیکھو

عصر حاضر کا ایک المیہ یہ ہے کہ اس عہد کے نوجوان کو امتحانی نتائج میں نمبروں کی دوڑ نے ایسا الجھا دیا ہے کہ اچھا خاصہ ڈگری یافتہ جوان مخصوص شعبہ کے علاوہ دیگر شعبہ ہائے زندگی کی کوئی مہارت نہیں رکھتا۔اخلاقیات کے وہ درس جو ہم نصابی سرگرمیوں کا خاصہ ہوا کرتے تھے اب ہمارے تعلیمی نظام میں مفقود ہوتے جارہے ہیں۔

ادب کا فروغ نسلِ نو کی صلاحیتوں کو ابھارنے کا موثر ذریعہ ہے۔بلاشبہ ادب نئی نسل کی سوچ کو مثبت زاویے عطا کرنے اور ان کے مزاج کو پرامن اور صلح جُو بنانے میں اہم کردار ادا کرسکتا ہے

ہنسنے اور رونے کی وہ تمیز جو انسان کو اشرف المخلوقات کے درجے پر فائز کرتی ہے، اقبال کہ وہ نِگہ بلند جو مردِ مومن کی شان اور میرِ کارواں کا رختِ سفر ہے، اب سائنٹفک نوٹس اور رٹا سسٹم کی بھینٹ چڑھ رہی ہے۔اگر ہم چاہتے ہیں کہ نسلِ نو کی صلاحیتیں نکھر سکیں تو لازم ہے کہ ان کے لیے معیاری ادب کی فراہمی کے ساتھ کتب تک رسائی بھی ممکن بنائی جائے۔ایسا نہ ہو کہ اپنے تعلیمی اخراجات سے پریشان حال نوجوان مہنگی کتب کو محض حسرت سے دیکھتا ہی رہ جائے۔ متوازن شخصی تکمیل کے لیے ضروری ہے کہ نصابی و ہم نصابی سرگرمیوں کو جدید تقاضوں کے مطابق ترتیب دیا جائے اور ہم نسل نو کی ذہانت و فطانت کو محض میڈیکل یا انجینئرنگ کے شعبہ جات تک محدود کرکے ان پر ظلم کرنے کے مرتکب نہ ہوں۔کہ حضرتِ اقبال کیا خوب کہہ گئے:

عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں
نظر آتی ہے اُن کو اپنی منزل آسمانوں میں
نہیں تیرا نشیمن قصرِ سلطانی کے گنبد پر
تو شاہیں ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں میں

'فلسفہ شہادت امام حسین علیہ السلام' شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی ایک معرکۃ الآراء تصنیف ہے جو کہ 273 صفحات پر مشتمل ہے یہ جون 1993ء میں پہلی مرتبہ منہاج القرآن پبلی کیشنز سے شائع ہوئی۔ اب تک کئی مرتبہ شائع ہو چکی ہے اور خواص و عوام میں مقبول ہے۔ یہ 7 ابواب پر مشتمل ہے۔

باب اول: اس کتاب میں شہادت امام حسین علیہ السلام کے فلسفہ اور واقعات کے ذکر سے پہلے باب اول میں شہید کے مختلف معانی اور تصور شہادت کی وضاحت کی گئی ہے جس میں شہادت کے مقام اور مرتبہ کو مختلف انداز سے بیان کیا گیا ہے۔ مختلف معنوں کے ثبوت اور وضاحت کے طور پر قرآن مجید سے آیات ذکر کی گئی ہیں۔ شہید کے معنوں میں ''حاضر ہونا'' کی وضاحت میں ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں کہ ''حاضری کی دو جہتیں ہیں:

ا۔ پہلی جہت یہ ہے کہ انسان کی روح نکلنے کے ساتھ ہی براہ راست اللہ کی بارگاہ میں حاضر کی جاتی ہے۔'' اس کی وضاحت حدیث پاک سے کی گئی جس میں حضرت جابرؓ کے شہید باپ کی روح کے ساتھ اللہ پاک کی گفتگو کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس معنی کے ذریعے شہادت کے مقام و مرتبہ کی وضاحت کی گئی ہے اور بتایا گیا کہ ''شہادت وہ موت ہے جو بلا حجاب بندے کو بارگاہ خداوندی میں حاضر کر دے۔''

۲۔ دوسری جہت یہ ہے کہ شہید کی موت کے وقت ہزارہا ملائکہ کو اس کے سامنے حاضر کر دیا جاتا ہے اور ان فرشتوں کے جھرمٹ میں شہید کی روح کو اعزاز کے ساتھ اللہ کی بارگاہ میں پیش کیا جاتا ہے۔ اس کی وضاحت کے لیے بھی بخاری شریف کی حدیث کا حوالہ دیا گیا ہے۔ اس جہت کی رو سے ''شہید کی موت مشہود بالملائکہ ہوتی ہے یعنی اس کی موت پر فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔''

نبی اکرم ﷺ کے لیے لفظ شہید کا استعمال

قرآن مجید میں نبی کریم ﷺ کو شہید بھی کہا گیا ہے یعنی حضور ﷺ کی بارگاہ الٰہی میں حاضری، ان کے لیے حجابات کا نہ ہونا اور شرف دیدار الٰہی کی خصوصیت ہے یعنی جو مرتبہ شہید کو مرنے کے بعد ملتا ہے ہمارے آقا ﷺ کو زندگی میں ہی حاصل ہوتا ہے۔ اسی طرح شہید دوسرے معنوں میں گواہ کے طور پر استعمال ہوتا ہے تو سورہ البقرہ کی آیت نمبر 143 کے حوالے سے یہ ذکر کیا گیا ہے کہ

اور ہمارا رسول تمہارا گواہ (نگران) ہے۔

بعد از موت شہید کی زندگی کی خبر قرآن سے ملتی ہے اس کی وضاحت میں ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں کہ

''شہید کی روح جب اللہ کے حضور پیش ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر ایسی تجلی نور ڈالتا ہے جو اس کی روح کو چمک، تاثیر اور قوت عطا کرتی ہے اور اس روح کی طاقت و قوت کی وجہ سے اس کا جسم بھی قبر میں صحیح و سلامت رہتا ہے۔''

اسی بات کی مزید وضاحت کے لیے قرآن کریم سے حضرت عزیر علیہ السلام کی موت کا واقعہ پیش کیا گیا ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام

اور اصحاب کہف کی مثالیں بیان کی گئی ہیں تاکہ یہ بات سمجھی جاسکے کہ روح کی طاقت و قوت کی وجہ سے انسانی جسم قبر میں تغیر و تبدل سے محفوظ رہتا ہے۔

اسی طرح شہادت کا دوسرا معنی کسی چیز کو پالینا ذکر کیا گیا اس کی وضاحت و صراحت سے بھی قرآن مجید سے مختلف مثالیں پیش کی گئی ہیں۔

شہادت کا تیسرا معنی مشاہدہ کرنے والا بیان کر کے اس کی وضاحت کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ شہید کی موت کی تکلیف چیونٹی کے کانٹے کے برابر ہوتی ہے اس سلسلے میں قرآن مجید سے دلائل ذکر کیے گئے ہیں۔

شہید کا چوتھا معنی مدد کرنے والا بیان کیا گیا اور اس کی تشریح کے لیے سورہ البقرہ کی آیت نمبر 63 کا حوالہ ذکر کر کے شہید کے مددگار ہونے کی وضاحت کی گئی ہے۔

شہید کا پانچواں معنی گواہی دینے والا ہے۔ اس معنی کی وضاحت کے لیے بھی سورہ البقرہ کی آیت نمبر ۲۸۲ کا حوالہ دیا گیا ہے اور صحیح مسلم کی حدیث بھی اس کی دلیل کے طور پر نقل کی گئی جس میں ”شہید بطور گواہی دینے والا“ کی وضاحت موجود ہے۔

اس پورے باب میں انتہائی خوبصورتی اور مدلل انداز میں شہید کے مختلف معنوں کو آیات قرآنی سے استنباط و استدلال سے پیش کیا گیا ہے جو ڈاکٹر صاحب کی قوت و استنباط و استدلال کا اعلیٰ نمونہ ہے لفظ شہید کی وضاحت اس طرح کی گئی ہے کہ عام ذہنی سطح کا حامل شخص بھی اسے بہتر انداز میں سمجھ سکتا ہے۔

باب دوم: شہادت امام حسین علیہ السلام کی انفرادیت

ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے شہادت کو اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت قرار دیا ہے کیونکہ شہید کا مقام و مرتبہ سب سے بلند اور یگانہ ہے اور شہید اللہ تعالیٰ کے انعام یافتہ بندوں میں شامل ہوتا ہے۔ اس بات کی تائید میں آیات قرآنی اور احادیث مبارکہ کو ذکر کیا گیا ہے۔ اور نبی کریم ﷺ کے شوق شہادت کا ذکر حدیث کے ذریعے کیا گیا ہے۔ آپ ﷺ اپنے لیے شہادت کی دعا فرماتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی دعا اور خواہش کو یوں پورا فرمایا کہ آپ ﷺ کے بیٹے حضرت امام حسین علیہ السلام کو آپ کے جوہر شہادت کے ظہور تام کے لیے منتخب فرمایا جس کی وجہ سے شہادت امام حسین علیہ السلام سیرت النبی ﷺ کا باب بھی بن گئی۔

اس کے علاوہ شہادت امام حسین علیہ السلام کی اہمیت و انفرادیت کو شہرت کے اعتبار سے، راہ عزیمت اختیار کرنے کے اعتبار سے، تمام آزمائشیں ایک جگہ مجتمع ہونے کے اعتبار سے، شہادت کے بعد کی گواہی (جس میں کٹے ہوئے سر سے اذان اور گواہی) روایت کیے جانے کے اعتبار سے پورے گھرانے کی اجتماعی قربانی دینے کے اعتبار سے، بیان کیا گیا ہے۔

شہرت کے اعتبار سے انفرادیت کی حامل ہونے کے ثبوت میں وہ احادیث مبارکہ نقل کی گئی ہیں جن میں حضرت محمد ﷺ نے حضرت ام سلمہؓ کو مقام کربلا کی مٹی عطا فرمانے کا ذکر ہے، امام حسین علیہ السلام کے مقام شہادت کی نشاندہی کی گئی ہے، سن شہادت کی نشاندہی کی گئی ہے جس کی وجہ سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ساٹھ ہجری سے پناہ مانگا کرتے تھے۔

راہ عزیمت اختیار کرنے کے حوالے سے بھی اس شہادت کو منفرد مقام حاصل ہوا ہے۔ اس سلسلے میں مدینہ سے لے کر مکہ اور مکہ سے ارض کربلا تک پیش آنے والے تمام واقعات کو قلمبند کرتے ہوئے راہ عزیمت کی وضاحت اور اس کو اختیار کرنے کی حکمت عملی بیان کی گئی ہے۔

تمام آزمائشیں شہادت امام حسین علیہ السلام میں مجتمع ہونے کے اعتبار سے بھی اس شہادت کو انفرادیت حاصل ہے۔ اس کی وضاحت میں قرآن مجید میں ذکر تمام آزمائشوں کو بیان کیا گیا ہے جن سے انسان کو گزارنے کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ کر رکھا ہے۔ ہر انسان کو کسی نہ کسی آزمائش سے گزارا جائے گا مگر نبی ﷺ کے نواسے کی شہادت میں تمام آزمائشیں مجتمع نظر آتی ہیں۔

تمام شہادتیں مشہود بالملائکہ ہوتی ہیں جو کہ ”قرآن و حدیث سے ثابت ہے لیکن شہادت امام حسین علیہ السلام کی ایک انفرادیت مشہود بالنبیؐ ہونا بھی ہے کیونکہ آپ علیہ السلام کی شہادت کے وقت فرشتوں کے ساتھ نبی ﷺ بھی موجود تھے۔ اس کی وضاحت کے لیے ام المومنین حضرت ام سلمیٰؓ کے خواب کو بیان کیا گیا ہے جو کتب احادیث کی زینت ہے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت اس لحاظ سے بھی منفرد ہے کہ دنیا والوں نے بھی ان کی شہادت کے بعد شہید کی زندہ ہونے کا مشاہدہ کیا۔ ان کے کٹے ہوئے سر سے تلاوت قرآن کی آواز آنا بھی ایک غیر معمولی واقعہ ہے۔ اس واقعہ کے ذریعے بھی ان کی شہادت کے منفرد ہونے کو بیان کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ روایت کرنے کے اعتبار سے بھی اس شہادت کی انفرادیت مسلم ہے کیونکہ جتنی تفصیل سے اس شہادت کا ذکر کیا گیا ہے کسی اور شہادت کا ذکر موجود نہیں۔ آپؑ کی شہادت کا ذکر آپ کی شہادت سے 50 برس پہلے سے جاری تھا۔ اس شہادت کے راوی حضور اکرم ﷺ ازواج مطہراتؓ اور صحابہ کرامؓ تھے۔ آپ علیہ السلام خود چل کر مقام شہادت تک پہنچے تھے جو اس شہادت کی سب سے بڑی انفرادیت ہے۔

ان تمام حوالوں سے شہادت امام حسینؓ کی انفرادیت کو اس انداز سے بیان کیا گیا ہے کہ مقام نواسہ رسول ﷺ لوگوں کے دلوں میں بلند ہو گیا ہے اور ایسا کام صرف وہی کر سکتا ہے جس کے دل میں نبی اور آل نبی ﷺ کی محبت و عقیدت موجود ہو اور اللہ تعالیٰ نے اس کام کے لیے بطور خاص شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کو منتخب فرمایا ہے۔

قتلِ حسین اصل میں مرگِ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

باب سوم: شہادت امام حسینؑ سیرت النبیؐ کا ایک باب

شہادت امام حسین علیہ السلام انتہائی منفرد حیثیت کی حامل ہے جس طرح سیرت مصطفی ﷺ دنیا میں لکھی جانے والی کتب میں انتہائی منفرد ہے۔ اسی طرح یہ شہادت بھی اپنا منفرد مقام اور درجہ رکھتی ہے۔ ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں کہ

''تاریخ اسلام لاتعداد عظیم شہادتوں سے لبریز ہے لیکن جس قدر شہرت، قبول عام اور ہمہ گیر تذکرہ شہادت امام حسینؑ کو نصیب ہوا اس کی مثال نہیں ملتی۔ ساڑھے تیرہ سو سال گزر جانے کے باوجود شہادت امام حسینؑ کا ذکر زندہ و تابندہ ہے یہاں تک کہ حسینیت ہر طبقے میں حق اور یزیدیت ہر طبقہ میں فتنہ و فساد کی علامت بن گیا ہے۔''

مزید لکھتے ہیں کہ ''درحقیقت شہادت امام حسین علیہ السلام کا دائمی تذکرہ اور شہرت اسی وجہ سے ہے کہ یہ شہادت سیرت النبی ﷺ کی کتاب کا ایک باب ہے۔ حضور ﷺ کی سوانح کے مختلف گوشوں میں سے ایک گوشہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شرف و قبولیت کا جو رنگ ہمیں سیرت النبیؐ میں نظر آتا ہے۔ اسی کی جھلک سیرت کے طفیل شہادت امام حسینؑ میں بھی ہے۔''

اس باب میں شہادت امام حسینؑ کی انفرادیت کے اس انوکھے پہلو کی وضاحت کی گئی ہے۔ آیات قرآنی سے استدلال کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے انعام یافتہ بندوں کے مقام کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ سورہ فاتحہ کی آیت نمبر ۵ اور ۶ کو عنوان بنا کر شہدا کے مقام و مرتبہ کا تعین کیا گیا ہے۔ بعثت انبیاء علیہم السلام کے مقصد کے ذریعے سیرت مصطفی ﷺ کی وضاحت کی گئی ہے۔ انسانوں کے حوالے سے ہدایت اور گمراہی کے راستوں کی نشاندہی کی گئی ہے۔

انعام یافتہ بندوں کی نشانیوں کو بیان کیا گیا ہے جن میں انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین شامل ہیں۔ یہ بتایا گیا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد ہدایت دینے والوں کا سلسلہ اولیاء و صالحین کے ذریعے جاری کیا گیا ہے۔ نبوت کے خاتمے کے ساتھ ہدایت کا سلسلہ منقطع نہیں ہوتا اور انسانیت کی رہنمائی کے لیے اولیاء و صالحین روشن چراغوں کی مانند موجود ہیں جو انسانیت کو اندھیروں میں روشنی فراہم کرنے پر مامور ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی چار عظیم نعمتوں نبوت، صدیقیت، شہادت اور صالحیت کا ذکر کیا گیا ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ کی ذات والا صفات اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے اور باقی تمام نعمتیں آپؐ کے وسیلے سے عطا کی جاتی ہیں اور آپ ﷺ خود ان کو تقسیم فرماتے ہیں۔ اس حوالے سے قصیدہ بردہ کا یہ شعر نقل کیا گیا ہے جس میں حضور ﷺ کی شان قاسمیت کا تذکرہ ہے کہ

اس کے بعد شہادت کو نبی کریم ﷺ کی دعا اور شوق کے طور پر بیان کیا گیا ہے لکھتے ہیں کہ آپ ﷺ کی ذات کی جامع صفات کو اس طرح واضح کیا گیا کہ تمام نعمتیں آپ ﷺ کی ذات میں جمع کر دی گئیں تو یہ ممکن نہیں ہو سکتا کہ شہادت جیسی نعمت

آپ کے لیے نہ ہو اور باقی انسان اس نعمت کی وجہ سے آپ پر سبقت حاصل کر سکیں۔ اس بات کو ثابت کرنے کے لیے شہادت کا جوہر اور اس کی روح آپ ﷺ کی ذات مبارکہ میں موجود تھی نیت اور عمل کے حوالے دیئے گئے ہیں اور یہ بتایا گیا ہے کہ شہادت کی ہئیت اصلیہ یعنی اللہ کے راستے میں جان قربان کرنے کی آرزو آپ ﷺ کی ذات میں موجود تھی اس کے دلائل کے طور پر احادیث صحیحہ کا حوالہ بھی دیا گیا ہے۔ شہادت کی دو اقسام خاص طور پر واضح کی گئی ہیں۔

۱۔ شہادت سری ۲۔ شہادت جہری

شہادت سری کو مخفی یا چھوٹی شہادت بھی کہتے ہیں اس میں بیماری سے مرنا، کسی کے زہر دینے سے مرنا یا ڈوب کر مرنا شامل ہے جبکہ شہادت جہری میں میدان جنگ میں مرنا ہوتا ہے۔ اسے ظاہری اور بڑی شہادت بھی کہا جاتا ہے۔ ان دونوں شہادتوں کا وجود آپ ﷺ کی سیرت مبارکہ کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے اور واقعات نقل کیے گئے ہیں۔

یہ باب اپنی تمام تر جزئیات سمیت شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب کے علم و ثقاہت اور اسلامی تاریخ پر مکمل عبور رکھنے کی اعلیٰ مثال ہے کتنی باریکی اور نفاست سے شہادت امام حسینؑ کے تمام جزئیات و محرکات کو ان کے اعلیٰ کردار کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے

۱۔ آپ ﷺ کو زہر آلود گوشت دیا گیا مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو اس شہادت سے محفوظ رکھا جس کے پیچھے بے شمار حکمتیں تھیں انھیں تفصیلاً بیان کیا گیا ہے۔

۲۔ شہادت جہری کا نقطہ آغاز بھی آپ ﷺ کی حیات مبارکہ سے ثابت ہے جس میں غزوہ احد میں آپ ﷺ کا زخمی ہونا دانت مبارکہ کا شہید ہونا، خون کا بہنا بتایا گیا اور اس میں بھی آپ ﷺ کو شہادت جہری سے بچا لینے کی حکمت بیان کی گئی ہے۔ اس کے بعد آپ ﷺ کی ذات میں دونوں شہادتوں کے ظہور تام کو مدلل انداز میں بیان کیا گیا ہے اور سیرت طیبہ میں شہادت کا باب مکمل کرنے کے لیے حضور اکرم ﷺ کے دونوں بیٹوں امام حسن اور امام حسین علیہما السلام کے منتخب کیے جانے کا ذکر کیا گیا اور بتایا گیا کہ ایک کو شہادت سری نصیب ہوئی اور دوسرے بیٹے کو شہادت جہری عطا کی گئی۔

حسنین کریمین علیہما السلام کے شہادت کے لیے منتخب کیے جانے کی وجہ ذکر کی گئی۔ ان دونوں کو حضور ﷺ سے ظاہری اور باطنی مشابہت حاصل تھی۔ حضور ﷺ نے انھیں اپنے جسم کا حصہ قرار دیا تھا اور اپنے بیٹے کہہ کر مخاطب فرماتے تھے۔ اس کے ثبوت کے طور پر سورہ آل عمران سے آیات مباہلہ کو ذکر کیا گیا ہے اور احادیث مبارکہ سے اس کی تائید و توثیق کرتے ہوئے مختلف واقعات ذکر کر کے شہادت امام حسن و حسین علیہما السلام کو نبی ﷺ کی شہادت سے موصوف کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ شہادت حسنین کریمین نبی کریم ﷺ کے جوہر شہادت کا ظہور تام ہے اور اسی حوالے سے سیرت النبی ﷺ کا اہم باب ہے اور آپ ﷺ کے فضائل و کمالات میں سے ایک کمال بن کر ہمیشہ کے لیے شرف قبولیت و دوام حاصل کر چکی ہے۔

باب چہارم: شہادت امام حسینؑ حقائق و واقعات کی روشنی میں

باب چہارم میں شہادت امام حسین علیہ السلام کو حقائق و واقعات کی روشنی میں تفصیلاً بیان کیا گیا ہے اور اس کا آغاز خلافت راشدہ کے اختتامی واقعات سے کیا گیا ہے تاکہ اس شہادت کے تمام پہلو ملحوظ رہیں اور اس کی انفرادیت اور عظمت دلوں میں راسخ ہو جائے۔

ریاستی عوامل کے پیش نظر حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت اور امام حسین علیہ السلام کے سفر کوفہ کے تفصیلی حالات بیان کیے گئے ہیں۔ تمام محرکات کو ترتیب وار بیان کیا گیا ہے تاکہ آنے والی نسلیں شہادت امام حسینؑ کے اصل محرکات سے آگاہ ہو سکیں اور شہادت کی عظمت و مرتبہ نیز شوق شہادت ان کے دلوں میں جاگزیں ہو جائے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کے تمام خطبات کو من و عن نقل کیا گیا ہے اور 10 محرم کو ہونے والی 72 شہادتوں

کو تفصیلاً بیان کیا گیا ہے۔ شہادت کے بعد ہونے والے دلخراش واقعات کو اہل بیت اطہار کی عظمت کے طور پر ذکر کیا گیا ہے۔ قاتلین امام حسینؑ کی بے ادبیوں کا ذکر اور ان کے لیے حضور ﷺ کے اہل بیت اطہار کو تکلیف پہنچانے والوں کے لیے وعیدیں بھی ذکر کی گئی ہیں۔ ان کے لیے حضرت حمزہؓ کے قاتلوں کو کی جانے والی تنبیہات کو ذکر کیا گیا ہے۔ آپ ﷺ کے شہادت امام حسینؑ کے وقت میدان کربلا میں روحانی طور پر موجود ہونے کے واقعات کو نقل کیا گیا ہے جو کہ کتب احادیث میں موجود ہیں۔

حضرت امام حسینؑ کے سر انور کے کٹ جانے کے بعد اس میں سے آنے والی تلاوت قرآن کے واقعات مختلف لوگوں کی روایات کے ساتھ ذکر کیے گئے ہیں جو کہ سر حسینؑ کی اعجازی شان کو واضح کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ وہ ان تمام ام المومنین، صحابہ کرام اور صحابیات کے نام ذکر کیے گئے ہیں جنھوں نے حضرت امام حسینؑ کی شہادت، مقام شہادت اور زمانہ شہادت کے متعلق روایات بیان کی ہیں۔ یہ کل دس اصحاب ہیں جن میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ اور ام المومنین حضرت ام سلمہؓ بھی شامل ہیں۔

باب پنجم: شہادت امام حسینؑ اور مقام رضا

اس باب میں سب سے پہلے قربت خداوندی حاصل کرنے کے تین مرحلوں کا ذکر ہے جن میں مرحلہ صبر، مرحلہ توکل اور مرحلہ رضا شامل ہیں۔ ان تمام مراحل کی ترتیب وار وضاحت تفصیلاً بیان کی گئی ہے۔ صابرین، متوکلین اور خدا کی رضا میں راضی رہنے والوں کے اجر و ثواب کو تفصیلاً بیان کیا گیا ہے۔ ہر مرحلے کے الگ الگ درجے ذکر کیے گئے ہیں اور ان مدارج کے حصول کے طریقے بھی بتائے گئے ہیں۔ سلف صالحین کی مثالیں دی گئی ہیں اور بتایا گیا ہے کہ سب مراحل میں مشکل ترین مرحلہ رضا ہے۔ حضرت امام حسینؑ کے حوالے سے مقام رضا کو واضح کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ تمام اہل اللہ جو مقام رضا پر فائز ہوئے وہ ایک طرف اور امام حسینؑ کا مقام رضا ایک طرف۔ سب مل کر بھی ان کے مقام کی گرد کو نہیں پا سکتے انھوں نے مقام رضا کے تمام مدارج پر کامیابی حاصل کی اور ان کی اپنے اصحاب کے ساتھ شہادت اس کی بہترین اور اعلیٰ مثال ہے۔ ان کے اعلیٰ کردار کی عظمت کو عظمت رسول ﷺ کے ضمن میں بیان کیا گیا ہے اور اسی کردار کو بعد میں آنے والے ائمہ اہل بیت کے کردار کی جھلک کے طور پر واضح کیا گیا ہے۔

یہ باب اپنی تمام تر جزئیات سمیت شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب کے علم و ثقاہت اور اسلامی تاریخ پر مکمل عبور رکھنے کی اعلیٰ مثال ہے کتنی باریکی اور نفاست سے شہادت امام حسینؑ کے تمام جزئیات و محرکات کو ان کے اعلیٰ کردار کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔

باب ششم: واقعہ کربلا کی دینی اہمیت

اس باب میں واقعہ کربلا کی دینی اہمیت اجاگر کی گئی ہے اور اس کا آغاز اس بات سے کیا گیا ہے کہ اسلامی سال کا پہلا مہینہ محرم الحرام بھی قربانی کا مہینہ ہے اور آخری مہینہ ذوالحجہ بھی قربانی کا مہینہ ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ مسلمان کی تمام تر زندگی قربانی سے عبارت ہے۔ حضرت اسماعیلؑ اور حضرت امام حسینؑ کی قربانیوں میں مطابقت کو بیان کیا گیا ہے اور واضح کیا گیا ہے کہ شہادت امام حسینؑ حضرت اسماعیلؑ کی قربانی کا نقطہ کمال ہے۔

قرآن مجید میں موجود 5 علوم ہیں جن میں

۱۔ علم العقائد ۲۔ علم الاحکام

۳۔ علم التذکیر بالموت و بعد الموت

۴۔ علم التذکیر بالآء اللہ

۵۔ علم التذکیر بایام اللہ سے شامل ہیں۔

ان علوم کی وضاحت کی گئی ہے ان کے فوائد و اسلوب کو بیان کیا گیا ہے اور انسانی کردار کی تشکیل اور اس کے سنوارنے میں ان پانچوں علوم کی اہمیت و ضرورت کو بیان کیا گیا ہے۔

اس کے بعد یہ بیان کیا گیا ہے کہ واقعہ کربلا قرآنی مضامین کی طرح ایک اہم مضمون ہے اور اس کا ذکر قرآن میں موجود ہے اس کی دلیل کے طور پر انبیاء کرامؑ کے تمام قرآنی قصص و واقعات کا حوالہ دیا گیا ہے۔ صالحین کے واقعات کا ذکر کیا گیا ہے جو قرآن مجید

کی شان ہیں جن میں اصحاب کہف کے واقعے کو بطور دلیل بیان کیا گیا ہے اور قرآن مجید کے انداز و اسلوب تکلم کی وضاحت کرتے ہوئے واقعہ کربلا کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے۔ قرآن مجید کے مطالعہ کی تحریک پیدا کی گئی ہے تاکہ اللہ پاک کے عطا کردہ علم سے فائدہ اٹھا کر انسان شہادت امام حسینؑ کے فلسفہ کو سمجھ سکے اور اس کی انفرادیت سے آشنا ہو سکے اور جان لے کہ واقعہ کربلا واقعہ اصحاب کہف سے کہیں عجیب تر ہے اور یہ بات حضرت امام حسینؑ کی شہادت کے بعد اس وقت سننے کو ملی جب سرِ حسینؑ کو نیزے پر چڑھا کر دمشق لے کر جایا جارہا تھا تو ایک شخص سورہ کہف کی تلاوت کرتے ہوئے اس مقام پر پہنچا جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا آپ یہ خیال کرتے ہیں کہ غار والے اور کتبہ والے ہماری قدرت کی نشانیوں میں سے عجیب تر تھے۔ وہاں پر سر حسین سے آواز آئی کہ ”میرا قتل اور میرا سر نیزے پر اٹھایا جانا اصحاب کہف کے واقعہ سے بھی عجیب تر ہے۔“

ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں کہ واقعی اس بات میں کوئی شک نہیں کہ نواسہ رسول ﷺ کا قتل کیا جانا اور اُن کے سر اقدس کو نیزے پر چڑھا کر دمشق کے بازاروں میں پھرایا جانا یقیناً اصحاب کہف کے واقعہ کی نسبت عجیب تر ہے۔ اس کے بعد مختلف قرآنی حوالوں سے یہ بات واضح کی گئی ہے کہ واقعہ کربلا ایمان میں پختگی کا سبب بنتا ہے اور اللہ تعالیٰ جسے مقام رضا پر فائز کرتا ہے اسے سب کچھ عطا کرنے کے بعد ہدایت کا آخری درجہ دیتے ہوئے بازو سے پکڑ کر منزل مراد پر کھڑا کر دیتا ہے جو امام حسینؑ کے ساتھ ہوا۔

اس باب میں واقعہ کربلا کی دینی و مذہبی اہمیت کو قرآن کریم کی مختلف آیات و قصص کی روشنی میں ثابت کیا گیا ہے جو صرف کوئی متقی اور اہل ایمان شخص ہی کر سکتا ہے۔ اس کام کے لیے ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا انتخاب کیا گیا ہے کیونکہ استنباط و استدلال ڈاکٹر صاحب کی شخصیت کا اہم پہلو ہے اور وہ اس میں ملکہ رکھتے ہیں اسی خداداد صلاحیت کا استعمال کرتے ہوئے واقعہ کربلا کی دینی اہمیت کو بیان کیا گیا ہے۔ ورنہ واقعہ کربلا تو حضور ﷺ کی حیات ظاہری کے بعد پیش آیا تھا اور قرآن کا نزول آپ ﷺ کی ظاہری حیات مبارکہ میں ہو چکا تھا۔

باب ہفتم: شہادت امام حسینؑ امت مسلمہ کے نام ایک اہم پیغام

یہ باب اس کتاب کا آخری باب ہے جس میں امت مسلمہ بلکہ تمام انسانوں کی توجہ اس اہم بات کی طرف مبذول کروائی گئی ہے کہ سیاست و اقتدار ختم ہو جانے والی چیزیں ہیں اور جس اقدار کے لیے انسان اپنی تمام تر دولت، دہن اور زندگی داؤ پر لگا دیتا ہے اور اسے ہی اپنی حقیقی کامیابی سمجھنے لگتا ہے وہ اس سے چھن جاتا ہے اور اول دن سے اس کائنات میں یہی سلسلہ چل رہا ہے۔

شہادت امام حسینؑ کے واقعات کی روشنی میں یہ بات واضح کی گئی ہے کہ دنیوی کامیابی اصل کامیابی نہیں ہے۔ اس بات کی وضاحت کے لیے مختلف قرآنی آیات کے حوالے دیئے گئے ہیں اور مختلف لوگوں کی مثالیں دے کر سمجھایا گیا ہے کہ سلطنت، دولت، جوانی اور اقتدار ہمیشہ نہیں رہتا۔ ظالم و فاسق لوگ کچھ وقت کے لیے جب اقتدار میں آتے ہیں تو ہمیشہ وہ اقتدار ان کا نہیں رہتا بلکہ اللہ تعالیٰ مقررہ وقت کے بعد ان کی گرفت فرماتا ہے نہ صرف دنیا میں ان کے لیے ذلت کا وعدہ ہے اور آخرت میں بھی وہ شدید ترین رسوائی سے دوچار ہوں گے۔

اس کتاب میں شہادت ار شہادت امام حسینؑ کے فلسفہ کو انتہائی مدلل انداز میں بیان کیا گیا جو کہ یقیناً امت مسلمہ کے لیے ایک نادر و نایاب تحفہ ہے۔ تمام تاریخی واقعات کو تسلسل کے ساتھ مربوط انداز میں بیان کیا گیا ہے

انسان کو یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہیے کہ ایک ایسا وقت بھی آتا ہے جب دنیا سے اس کا نام و نشان مٹا دیا جاتا ہے اس کی وضاحت کے لیے قاتل حسین یزید کی مثال ذکر کی گئی ہے جس نے انتہائی

بے دردی سے اہل بیت اطہار کو شہید کروا کر یہ سمجھ لیا تھا کہ اس کی حکومت ہمیشہ باقی رہے گی۔ اس نے دنیاوی اقتدار کے لیے اپنا ایمان ضائع کر دیا پھر اس پر وہ وقت آیا کہ اس کے اپنے لوگ اس کے دشمن ہو گئے۔ اس کی قبر پر اونٹ اور گھوڑے باندھے گئے جہاں وہ گندگی پھیلاتے تھے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام شہید ہو کر بھی زندہ رہیں اور یزید زندہ ہو کر بھی مردہ رہا۔ حضرت امام حسینؑ کی شہادت دین کی خاطر تھی ایمان کے استحکام کی خاطر تھی۔ انھوں نے شہید ہو کر اسلام کو زندہ کیا اور امت کو جینے کا ڈھنگ سکھا گئے۔ دین کی عظمت اور پاسداری کا سبق دے گئے۔ اس باب میں شہادت امام حسینؑ کے پیغام کو بیان کیا گیا ہے۔ ان کی شہادت دو طرح کے پیغام دیتی ہے جس میں ایک عملی جدوجہد اور دوسرا امن کا پیغام ہے۔

۱۔ عملی جدوجہد کا پیغام یہ ہے کہ انسان اپنی زندگی میں حسینی کردار کو اپنائے۔ حق کی خاطر زندہ رہے اور حق کی خاطر مر جائے اسلام سے دھوکا دہی کا معاملہ نہ کیا جائے جیسا کہ یزید نے کیا۔ خود کو مسلمان کہلوانے کے باوجود مسلمان جیسی عادات و خصائل سے محروم رہا۔ دین سے منافقت کی انسان کی زندگی کا ہر کام اور ہر عمل دین اور محبت مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تابع ہونا چاہیے۔

۲۔ اہل ایمان کے لیے شہادت امام حسینؑ امن کا پیغام دیتی ہے یعنی فرقوں میں بٹ جانے اور فرقہ وارانہ تشدد سے باز رہنے کا پیغام کیونکہ جب تک مسلمان باہم متحد نہیں ہوں گے کسی طور بھی دنیا پر غلبہ حاصل نہیں کر سکیں گے۔

اپنے پیارے نبی محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مبارکہ کو ایمان کا مرکز و محور مان لینا اور ان کی سنت کے مطابق عمل کرنا ہی اصل اسلام ہے۔ اسی کا حکم قرآن مجید دیتا ہے اور اسی عقیدے کے حامل لوگ مسلمان کہلوانے کے حق دار ہیں۔ اہل بیت پاکؑ اور صحابہ کرامؓ کی پہچان بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت سے ہے۔ ان کی صحبت سے ہی صحابیت وجود میں آئی ہے اور ان کی صحبت پانے والوں کے لیے ہی قرآن مجید کامیابی کی خوشخبری دیتا ہے۔

اس کے بعد امت کی مختلف طبقات میں تقسیم کی کیفیت کو بیان کر کے اس کے مضمرات کا ذکر کیا گیا ہے۔ اہل بیت اطہار کی اصطلاح جن نفوس قدسیہ کے لیے استعمال کی جاتی ہے۔ ان کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ تعصب سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے۔ راہ اعتدال کو اپنانے کا حکم دیا گیا ہے۔ بغض اہل بیت اور بغض صحابہ کی علامتیں بیان کر کے ان سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے۔ صحابہ کرامؓ اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کس طرح ادب کرتے تھے۔ اس کے متعلق واقعات نقل کیے گئے ہیں تاکہ امت کے دل میں اہل بیت رسول سے محبت و عقیدت کا جذبہ بیدار ہو۔ حضرت علیؓ کی شان کے بیان میں مختلف احادیث مبارکہ نقل کی گئی ہیں اور عہد نبویؐ و عہد صحابہؓ میں اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت و عقیدت کے واقعات بیان کر کے مسلمانوں کو آپس میں اخوت، اتحاد، پیار اور رواداری کی تلقین کی گئی ہے تاکہ مسلمان متحد ہو سکیں اور دین کی خاطر مر مٹنے کا جذبہ ان کے دلوں میں بیدار ہو جائے۔

حاصل کلام

زیر تبصرہ کتاب ”فلسفہ شہادت امام حسینؑ“ ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی بہت اعلیٰ تصنیف ہے جس میں شہادت عظمیٰ کے تمام مراحل کو ترتیب وار احسن انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ شہادت اور شہید کے معنی و مفہوم سے استدلال کرتے ہوئے اس شہادت عظمیٰ کے مدارج کو بیان کیا گیا اور اس کی انفرادیت کی وضاحت کی گئی ہے۔ یہ کتاب ڈاکٹر صاحب کے علمی ثقاہت کا اعلیٰ ثبوت ہے۔ اس سے پہلے شہادت امام حسینؑ، حقائق و واقعات کی روشنی میں تحریر ہو چکی تھی۔ جس میں صرف شہادت سے قبل اور بعد میں ہونے والے واقعات قلمبند کیے گئے تھے لیکن اس کتاب میں شہادت ار شہادت امام حسینؑ کے فلسفہ کو انتہائی مدلل انداز میں بیان کیا گیا جو کہ یقیناً امت مسلمہ کے لیے ایک نادر و نایاب تحفہ ہے۔ تمام تاریخی واقعات کو تسلسل کے ساتھ مربوط انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ بنیادی طور پر یہ دونوں کتابیں ڈاکٹر قادری کے خطبات پر مشتمل ہیں جو انھوں نے شہادت امام حسینؑ کے بارے میں مختلف موقعوں پر دیئے تھے۔ ان تمام خطبات کو امت مسلمہ کے لیے ترتیب وار کتاب کی صورت میں یکجا کیا گیا ہے جو یقیناً امت پر ایک عظیم احسان ہے۔

سوال: ہنسی مذاق اور شرارت میں دی گئی تکلیف کا کیا حکم ہے؟

جواب: دینِ اسلام فطری دین ہے، جس نے انسان کی فطری خواہش کے عین مطابق حدود و قیود کے ساتھ ہنسی مزاح کی اجازت دی ہے۔ مزاح، زندہ دلی و خوش طبعی انسانی زندگی کا ایک خوش کن عنصر ہے، اور جس طرح اس کا حد سے متجاوز ہو جانا نازیبا اور مضر ہے، اسی طرح اس لطیف احساس سے آدمی کا بالکل خالی ہونا بھی ایک نقص ہے۔ جو بسا اوقات انسان کو خشک بنا دیتا ہے۔ بسا اوقات ہمجولیوں اور ہمنشینوں اور ماتحتوں کے ساتھ لطیف ظرافت و مزاح کا برتاؤ ان کے لیے بےپناہ مسرت کے حصول کا ذریعہ اور بعض اوقات عزت افزائی کا باعث بھی ہوتا ہے۔ مزاح انسانی فطرت کا لازمہ ہے اور اس کے جواز پر بےشمار دلائل موجود ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود بھی مزاح فرماتے تھے لیکن آپ کا مزاح بھی ایسا ہوتا کہ جس میں نا تو جھوٹ ہوتا تھا اور نا اس سے کسی کی دل آزاری ہوتی۔ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے کہ مختلف مواقع پر آپ نے خوش طبعی اور مزاح فرمایا ہے، خشک مزاجی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پسند نہیں تھی، آپ نہیں چاہتے تھے کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنے مزاج و طبیعت کو ہمیشہ خشک اور بے لذّت بنائے رکھیں۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی کبھار اپنے جاں نثاروں اور نیاز مندوں سے مزاح فرماتے تھے اور یہ ان کے ساتھ آپ کی نہایت لذت بخش شفقت ہوتی تھی، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مزاح بھی نہایت لطیف اور حکیمانہ ہوتا تھا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِنِّي لَا أَقُولُ إِلَّا حَقًّا، قَالَ بَعْضُ أَصْحَابِهِ: فَإِنَّكَ تُدَاعِبُنَا يَا رَسُولَ اللهِ، فَقَالَ: إِنِّي لَا أَقُولُ إِلَّا حَقًّا.

میں حق کے سوا کچھ نہیں کہتا، بعض صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ ہم سے مزاح بھی فرماتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں مزاح میں بھی حق بات ہی کہتا ہوں۔

(أحمد بن حنبل، المسند، 2: 340، الرقم: 8462، مصر: مؤسسة قرطبة)

لیکن سوال مسؤلہ کیونکہ مزاح کے جواز و عدمِ جواز کے بارے میں نہیں بلکہ اس کی حدود کے متعلق ہے اس لیے اسی کا جواب زیرِ بحث لاتے ہیں۔

قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّن قَوْمٍ عَسَىٰ أَن يَكُونُوا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّن نِّسَاءٍ عَسَىٰ أَن يَكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوا أَنفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ وَمَن لَّمْ يَتُبْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ۔

اے ایمان والو! کوئی قوم کسی قوم کا مذاق نہ اڑائے ممکن ہے وہ لوگ اُن (تمسخر کرنے والوں) سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں ہی دوسری عورتوں کا (مذاق اڑائیں) ممکن ہے وہی عورتیں اُن (مذاق اڑانے والی عورتوں) سے بہتر ہوں، اور نہ آپس میں طعنہ زنی اور الزام تراشی کیا کرو اور نہ ایک دوسرے کے برے نام رکھا کرو، کسی کے ایمان (لانے) کے بعد اسے فاسق و بدکردار کہنا بہت ہی برا نام ہے، اور جس نے توبہ نہیں کی سو وہی لوگ ظالم ہیں۔ (الحُجُرات، 49: 11)

جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزاح کے آداب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

لَا تُمَارِ أَخَاكَ، وَلَا تُمَازِحْهُ، وَلَا تَعِدْهُ مَوْعِدًا فَتُخْلِفَهُ.

اپنے بھائی کو ہنسی مذاق کر کے ناراض نہ کرو اور اسے اذیت نہ دو، اور نہ اس سے وعدہ کر کے وعدہ خلافی کرو۔ (ترمذي، السنن، كتاب: البر والصلة، باب: ما جاء في المراء، 4: 359، الرقم: 1995، بيروت: دار إحياء التراث العربي)

درج بالا آیت و روایت سے معلوم ہوا کہ ایسی دل لگی اور مزاح جس میں کسی دل شکنی اور ایذاء رسانی کا کوئی پہلو نہ ہو اور نہ اس کی نیت ہو تو شریعت میں تفریح طبع کے طور پر اس کی اجازت ہے۔اس کے برعکس ایسا مزاح جس میں طنز کرنے، مذاق اڑانے، عزتِ نفس مجروح کرنے، گالیاں دینے، فحش گوئی کرنے وغیرہ کی پہلو شامل ہوں' شرعِ اسلامی میں ممانعت ہے اور اس کا مرتکب گناہگار ہے۔اگر کوئی شخص درج بالا ممنوع امور کا مرتکب ہوا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنی چاہیے، اس کے مزاح سے جن لوگوں کی دل آزاری ہوئی ہے اگر وہ زندہ ہیں تو ان سے بھی معافی مانگی جائے اور ان میں سے جو فوت ہو چکے ہیں ان کا معاملہ خدا تعالیٰ پر چھوڑ دے۔آئندہ ایسے مزاح سے اجتناب کرے۔

سوال: کیا عقدِ ثانی کے لیے پہلی بیوی کی اجازت ضروری ہے؟

جواب: شرعی طور پر دوسری شادی کے لیے پہلی بیوی سے اجازت لینا ضروری نہیں ہے۔قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنَىٰ وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ.

”ان عورتوں سے نکاح کرو جو تمہارے لئے پسندیدہ اور حلال ہوں، دو دو اور تین تین اور چار چار (مگر یہ اجازت بشرطِ عدل ہے)“(النِّسَآء، 4: 3)

یہ آیت کریمہ مطلق ہے، اس میں دوسری، تیسری یا چوتھی شادی کے لیے کسی بیوی کی اجازت کی کوئی قید نہیں ہے، تاہم اگر بیویوں کے درمیان انصاف نہ کر سکنے کا اندیشہ ہو تو ایک سے زائد شادی کی اجازت نہیں ہے۔

اگرچہ شرعی طور پر دوسری شادی کے لیے پہلی بیوی سے اجازت لینا لازم نہیں ہے' تاہم پاکستانی قوانین 'مسلم فیملی لاء آرڈیننس مجریہ 1961' کے تحت یہ قانونی تقاضا ہے۔'مسلم فیملی لاء' کے مطابق پہلی بیوی کی اجازت کے بغیر دوسری شادی قانوناً جرم ہے جس کی سزا 6 ماہ قید اور 2 لاکھ روپے جرمانہ ہے۔اس لیے مناسب ہے کہ دوسری شادی کے لیے پہلی بیوی سے مشاورت و اجازت لی جائے تاکہ قانونی تقاضا بھی پورا ہو جائے اور مستقبل میں کسی قسم کی بدمزگی کا سامنا بھی نہ کرنا پڑے۔

سوال: شوہر نے بیوی کو پیغام (SMS) لکھا جس میں طلاق تحریر کی، پھر مٹا (delete) دیا۔ کیا اس سے کوئی طلاق واقع ہوئی ہے؟ بیوی کو اس سلسلے میں کوئی معلومات نہیں ہیں۔ راہنمائی فرمائیں۔

جواب: جب شوہر نے بقائمِ ہوش و حواس بیوی کو طلاق دی، خواہ بیوی کو اس کا علم ہوا یا نہ ہوا، طلاق واقع ہو جائے گی۔ شرعِ متین کا اصول یہ ہے کہ:

فَإِنْ كَانَ كَتَبَ: امْرَأَتُهُ طَالِقٌ فَهِيَ طَالِقٌ سَوَاءٌ بَعَثَ الْكِتَابَ إِلَيْهَا، أَوْلَمْ يَبْعَثْ.

اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو طلاق لکھی تو اُسے طلاق (واقع) ہو جائے گی، خواہ تحریر اُس کی طرف بھیجے یا نہ بھیجے برابر ہے۔

(سرخسي، المبسوط، 6: 143، بیروت: دار المعرفة)

اور فتاویٰ عالمگیری میں بیان کیا گیا ہے:

وَلَوْ كَتَبَ الطَّلَاقَ فِي وَسَطِ الْكِتَابِ وَكَتَبَ قَبْلَهُ وَبَعْدَهُ حَوَائِجَ ثُمَّ مَحَا الطَّلَاقَ وَبَعَثَ بِالْكِتَابِ إِلَيْهَا وَقَعَ الطَّلَاقُ كَانَ الَّذِي قَبْلَ الطَّلَاقِ أَقَلَّ أَوْ أَكْثَرَ.

اگر خط کے درمیان طلاق لکھی اور اس سے پہلے یا بعد میں ضرورت کی باتیں لکھیں، پھر درمیان سے لفظ طلاق ہٹا دیا اور خط بیوی کو بھیج دیا تو طلاق ہو جائے گی خواہ طلاق سے پہلے کم لکھا یا زیادہ۔ (الشیخ نظام وجماعة من علماء الهند، الفتاوى الهندية، 1: 378، دار الفكر)

لہٰذا مذکورہ شخص نے پیغام (SMS) میں جتنی طلاقیں لکھی تھیں اتنی ہی واقع ہوگئی ہیں۔ اگر شوہر نے تین طلاق تحریر کی تھیں تو تینوں واقع ہوگئی ہیں۔ اس صورت میں وہ میاں بیوی کے طور پر اکٹھے نہیں رہ سکتے۔ اگر اکٹھے رہیں گے تو بے خبر ہونے کی وجہ سے بیوی گنہگار نہیں، البتہ شوہر کے کاندھوں پر دونوں کا گناہ ہوگا۔ اگر تین سے کم طلاق تحریر کی تھیں تو شوہر بیوی کو بتا کر دورانِ عدت بغیر نکاح کے اور عدت پوری ہونے پر تجدیدِ نکاح کے ساتھ رجوع کر سکتا ہے۔ دونوں صورتوں میں معاملہ بیوی کے علم میں لایا جانا ضروری ہے۔

سوال: میں ایک وسواس والا انسان ہوں، نئی نئی شادی ہوئی ہے تو طلاق کے وساوس کثرت سے آتے ہیں جبکہ حقیقت میں ایسا کوئی ارادہ نہیں۔ میں بہت پریشان ہوں۔ ایک دن صبح کے وقت میں بیدار ہوا تو دل میں خیال آیا کہ 'اگر فوراً اٹھ گیا تو بیوی کو طلاق' یہ ایک وسوسہ تھا۔ اس کے بعد بیوی کمرے میں آئی اور مجھے اٹھایا تو میں نے اسے کہا کہ پانچ منٹ تک اٹھتا ہوں، لیکن میں اسی وقت اٹھ کر کمرے سے باہر چلا گیا۔ راہنمائی فرمائیں کہ میں نے جو بیوی کو الفاظ کہے تھے وہ پہلے وسوسے سے بچنے کے لیے کہے تھے' کیا اس خیال سے طلاق واقع ہوگئی؟ الفاظ بولے کہ پانچ منٹ بعد اٹھتا ہوں لیکن اٹھ فوراً گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ طلاق سے سخت نفرت کرتا ہوں اور دل میں ارادہ بھی نہیں تھا۔

جواب: عقل و نقل اس بات پر متفق ہیں کہ کسی شخص کا مؤاخذہ اس کے خیالات پر نہیں' بلکہ عمل پر ہونا چاہیے۔ یہی اصول طلاق کے بارے میں بھی ہے۔ حضرت قتادہؓ کا قول ہے کہ اگر دل میں طلاق کا خیال آیا یا دل میں طلاق دینے کا ارادہ کیا (اور زبان سے کچھ نہ کہا) تو طلاق نہیں ہوئی۔ کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

إِنَّ اللهَ تَجَاوَزَ عَنْ أُمَّتِي مَا حَدَّثَتْ بِهِ أَنْفُسَهَا مَا لَمْ تَعْمَلْ أَوْ تَتَكَلَّمْ.

اللہ تعالیٰ نے میری اُمت کے اُن خیالات کو معاف فرمادیا ہے جو دلوں میں پیدا ہوتے ہیں جب تک ان کے مطابق عمل یا کلام نہ کریں۔ (بخاري، الصحيح، كتاب الطلاق، باب إذا قال لامرأته وهو مكره هذه أختي فلا شيء عليه، 5: 2020، رقم: 4968، بیروت، لبنان: دار ابن كثير اليمامة)

اس لیے جب تک زبان سے بول کر یا لکھ کر طلاق نہ دی جائے یا لکھے ہوئے طلاق نامہ کی شوہر تصدیق نہ کرے تب تک طلاق واقع نہیں ہوتی۔ محض طلاق کے خیالات آنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔

مذکورہ واقعہ سے طلاق نہیں ہوئی، لیکن آپ آئندہ ایسے وساوس سے خود کو بچائیں۔ جب بھی ایسا وسوسہ آئے تو تعوذ پڑھیں۔ اس بارے میں بار بار نہ سوچیں۔

گلدستہ

گرمی کی شدت اور ڈی ہائیڈریشن

پودینہ، لیموں، تلسی اور ادرک کا استعمال مفید ہے

مرتبہ: حافظہ سحر عنبرین

موسم گرما شروع ہوچکا ہے ،سورج آگ برسا رہاہے اور لوڈ شیڈنگ کا عذاب ستا رہاہے۔ایسے میں پسینہ بہت زیادہ بہہ جانے اور کافی مقدار میں پانی نہ پینے کے سبب جسم میں پانی کی کمی یعنی ڈی ہائڈریشن ہو جاتاہے۔اس کا حل ہے کہ وقفے وقفے سے مناسب مقدار میں پانی پیا جائے۔

جسم میں پانی کی کمی کا کیا مطلب ہے؟

ہم روزانہ جسم سے جوپانی خارج کرتے ہیں اس خارج شدہ پانی کو کھانے اور پینے سے پورا کرتے ہیں۔عموماً ہمارا جسم احتیاط کے ساتھ متوازن کرتا ہے، اس طرح ہم جتنا پانی ضائع کرتے ہیں اتنا پورا کر لیتے ہیں۔کچھ معدنیات جیسے کہ نمک، سفید دھاتی عنصر، اور کلورین کے آمیزے بھی شریک ہیں تاکہ ہمارے بدن میں رطوبت کا صحتمندانہ توازن رہے۔

جسم میں پانی کی کمی آہستہ یا فوری طور پر ہو سکتی ہے۔اس کا تعلق اس سے بھی ہے کہ کس طرح رطوبت زائل ہوئی ہے اور بچے کی کیا عمرہے۔چھوٹے اور شیر خوار بچوں کے جسم میں پانی کی کمی ہونے کا زیادہ امکان ہے کیوں کہ ان کے جسم چھوٹے ہوتے ہیں اور ان میں رطوبت کا تھوڑا ذخیرہ ہوتا ہے۔بڑے بچے اور نو عمر معمولی رطوبت کے عدم توازن سے بہتر طور پر نمٹ لیتے ہیں۔

ڈی ہائڈریشن کی نوعیت

ڈی ہائیڈریشن اس وقت ہوتا ہے جب جسم میں پانی کی مقدارتشویش ناک حد تک کم ہوجائے۔چھوٹے بچوں کے جسم میں تقریباً 75فیصد پانی ہوتا ہے اور اس کے بالغ ہوتے ہوتے اس کے جسم میں پانی کی مقدار 60فیصد تک رہ جاتی ہے۔عموی ڈی ہائیڈریشن میں بچے کے جسم میں موجود پانی کا 5فیصد حصہ ضائع ہوجاتا ہے۔اس سے زیادہ کی صورت میں 10فیصد اور سب سے زیادہ 15فیصد پانی خارج ہوجاتا ہے۔

خوراک ودیگر غذائی مائعات کے ذریعے جسم میں پانی شامل ہوتارہتا ہے۔اس کاتوازن قدرت نے اس طرح برقرار رکھا ہے کہ پیشاب تھوک اور پسینے وغیرہ کے ذریعے یہ پانی جسم سے خارج ہوکر اپنا توازن برقرار رکھتا ہے، ایسے میں فوری طور پر ڈی ہائیڈریشن کا پتہ لگانا ذرا دشوار ہوجاتا ہے۔

کتنا پانی پینا چاہئے؟

ماہرین صحت نے مزید لکھا ہے کہ پسینہ خارج ہونے کی صورت میں مسلسل پانی پیتے رہنا انتہائی مفید اور ضروری ہوتا ہے، شدید گرمی اور لو میں ایک بجے دوپہر سے 4 بجے سہ پہر کے درمیان زیادہ سے زیادہ گھر، کمرے یا آفس کے اندر رہنے کی کوشش کریں کیونکہ لو یا ہیٹ ویوز ہونے کی صورت میں جسم کا درجہ حرارت 42 ڈگری سینٹی گریڈ ہونے کا امکان ہوجاتا ہے جس سے جسم کا کنٹرولنگ سسٹم بھی متاثر ہونے لگتا ہے اور اس سے جسم کے پٹھے اکڑنے لگتے ہیں، جسم کا پانی کم ہو جانے سے متاثرہ افراد کو سر درد، چکر آنا اور متلی والی کیفیت ہونے لگتی ہے، جسم کے اہم حصوں میں خون کی رسائی معمول کے مطابق نہیں ہوتی، متاثرہ افراد کو قے بھی ہونے لگتی ہے، جسم نڈھال ہوجاتا ہے، ذیابطیس کے شکار افراد کو گرم موسم میں بہت زیادہ احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے۔

ماہرین مشورہ دیتے ہیں کہ شدید گرمی میں گھر کے مشروبات استعمال کرتے رہیں جبکہ کہ ہلکی پھلکی غذا اور سبزیوں کو روزانہ کا معمول بنائیں، دہی کا استعمال بھی مفید ہے، گرم موسم میں یومیہ کم ازکم 3 لیٹر پانی ضرور استعمال کریں، گردے کی بیماری والے افراد دن میں مسلسل پانی پیتے رہیں اور بلڈ پریشر پر بھی نظر رکھیں کیونکہ جسم میں پانی کی کمی سے ہیٹ اسٹروک ہو سکتا ہے، شدید گرمی میں دن میں کئی بار نہانا بھی مفید ہوتا ہے، غذا میں گوشت کے استعمال سے پرہیز کریں، پھل اور سبزیاں انتہائی مفید ہوتی ہیں۔

یہ بہت اہم ہے کہ دن بھر میں باقاعدگی سے وقفے کے ساتھ آپ کو پانی یا دیگر مشروبات پینے چاہئیں تاکہ توانائی کی سطح بحال رہے۔

پودینہ ٹھنڈک پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ نظامِ ہضم میں بھی ساتھ نبھاتا ہے جبکہ اسٹرابیری میں موجود پولیفینولک اور اینٹی آکسیڈنٹ اجزاء قوتِ مدافعت بڑھانے، مختلف اقسام کے کینسر کی علامات کو روکنے اور قبل از وقت بڑھاپے کی علامات سے نجات دلانے میں مفید ثابت ہوتے ہیں

ماہرین انسانی جسم کی ضروریات کے تحت ایک دن میں 6 سے 8 گلاس پانی پینا تجویز کرتے ہیں، تاہم مختلف وجوہات کی بناء پر ہر کسی کے لیے دن بھر میں اس مقدار کو پورا کرنا ممکن نہیں ہوتا۔ عام پانی کو اگر مزیدار واٹر ریسیپیز میں بدل دیا جائے تو یہ پینے میں مزیدار ہونے کے ساتھ نہ صرف صحت کے لیے مزید فائدے مند ہو جائے گا بلکہ اس میں کیلوریز بھی کم ہوں گی۔ اپنے ہائڈریشن کے عمل کو مزیدار بنانے کے لیے آپ دن بھر میں مختلف ریسیپیز انجوائے کرسکتے ہیں۔

لیموں، تلسی اور ادرک

تلسی کی اینٹی بیکٹیریل، اینٹی مائیکرو بیل اور اینٹی انفلیمیٹری خصوصیات اسے ایک پاور فل جڑی بوٹی بناتی ہیں، جو آپ کی تمام تر صحت، جِلد اور بالوں کے لیے مفید ہوتی ہے۔ادرک میں مختلف قسم کی دھاتیں مثلاً کیلشیم، فاسفورس، آئرن، میگنیشیم، کاپر اور زنک موجود ہوتا ہے جبکہ لیموں وٹامن سی، وٹامن ای، وٹامن اے، کاپر، کرومیم، پوٹاشیم، آئرن اور میگنیشیم سے بھرپور ہوتا ہے۔ان اجزاء سے واٹر ریسیپی بنانے کا طریقہ درج ذیل ہے:

دار چینی اینٹی آکسیڈنٹس سے بھرپور ہوتی ہے اورآپ کے بلڈ شوگر لیول کو کنڑول میں رکھنے میں مدد دیتی ہے۔دوسری طرف سیب فلیوونائڈز اور قابل ہضم فائبر کے حصول کا عمدہ ذریعہ ہے

ترکیب:

☆ دولیموں کاٹ کر ایک طرف رکھ دیں۔

☆ تلسی کے پتوں کو اچھی طرح دھوکر کُوٹ (کچل) لیں تاکہ اس کا ذائقہ حاصل ہوسکے۔

☆ ایک درمیانے سائز کا ادرک پیس کر اسے ایک جگ میں برف کےساتھ رکھ دیں۔

☆ جگ میں لیموں اورتلسی کے پتے ڈال کر اس میں پانی بھرلیں۔

☆ پینے سے قبل اسے ایک سے دو گھنٹے کے لیے چھوڑ دیں تو اس کا قدرتی ذائقہ اور تازگی محسوس ہوگی۔

سیب، ادرک اور دا ر چینی

دار چینی اینٹی آکسیڈنٹس سے بھرپور ہوتی ہے اورآپ کے بلڈ شوگر لیول کو کنڑول میں رکھنے میں مدد دیتی ہے۔ دوسری طرف سیب فلیوونائڈز اور قابل ہضم فائبر کے حصول کا عمدہ ذریعہ ہے۔

ان اجزاء سے واٹر ریسیپی بنانے کا طریقہ یہ ہے:

☆ سیب کی باریک قاشیں بنالیں اور انہیں ایک جگ میں آئس کیوبز کے ساتھ رکھ دیں۔

☆ ادرک کے ٹکڑے آرام سے کرش کرلیں تاکہ ان کا ذائقہ شامل ہوسکے۔

☆ کٹے ہوئے ادرک کے ٹکڑوں اور ایک چٹکی دار چینی کو جگ میں ڈال کر دو سے تین منٹ تک ہلاتے رہیں۔

☆ اسے رات بھر فریج میں رکھنے کے بعد صبح نوش فرمائیں۔آپ اپنے اندر ایک نئی توانائی اور تازگی پائیں گے۔

لیموں، اسٹرابیری اور پودینہ

پودینہ ٹھنڈک پیدا کرنے کےساتھ ساتھ نظامِ ہضم میں بھی ساتھ نبھاتاہے جبکہ اسٹرابیری میں موجود پولیفینولک اور اینٹی آکسیڈنٹ اجزاء قوتِ مدافعت بڑھانے، مختلف اقسام کے کینسر کی علامات کو روکنے اور قبل از وقت بڑھاپے کی علامات سے نجات دلانے میں مفید ثابت ہوتے ہیں۔اسٹرابیری میں پوٹاشیم اور میگنیشیم بھی بڑی مقدار میں پائے جاتے ہیں۔ا س کی واٹر ریسیپی بنانے کا طریقہ کچھ یوں ہے۔

تلسی کی اینٹی بیکٹیریل، اینٹی مائیکرو بیل اور اینٹی انفلیمیٹری خصوصیات اسے ایک پاور فل جڑی بوٹی بناتی ہیں، جو آپ کی تمام تر صحت، جِلد اور بالوں کے لیے مفید ہوتی ہے

☆ 6اسٹرابیریز کو چار چار ٹکڑوں میں کاٹ لیں، ساتھ ہی ایک بڑے ہرے لیموں کے باریک سلائس کرلیں۔

☆ 5سے 6 تازہ پودینے کے پتے اچھی طرح صاف کرکے انہیں توڑ مروڑ لیں تاکہ ان کا ذائقہ شامل ہوسکے۔

☆ جگ میں ٹھنڈا پانی ڈالنے سے پہلے اس میں اسٹرابیریز، لیموں اور پودینے کے پتے ڈال دیں۔ برف کی ضرورت ہوتو وہ بھی شامل کی جاسکتی ہے۔

☆ نوش فرمانے سے قبل ان سب چیزوں کو آپس میں مکس ہونے کے لیے ایک گھنٹہ تک چھوڑ دیں۔

اَلنُّوْرُ ۔۔۔۔۔۔نور عطا کرنے والا

وظیفہ برائے حصول انوارِ الٰہی: یَا نُوْرُ

فوائد و تاثیرات:

حصول انوارِ الٰہی کے لئے یہ وظیفہ نہایت مفید اور مؤثر ہے۔ یہ وظیفہ کرنے والا لوگوں کو راہِ مستقیم کی طرف ہدایت دینے والا بن جاتا ہے۔ اگر کوئی صاحب حال شخص اس کا ورد کرے تو اس کے دل کا نور اس کے چہرہ سے ظاہر ہو جاتا ہے اور ذکر الٰہی کے وقت بھی اس کا منہ نورِ الٰہی کا مصدر بن جاتا ہے۔

اگر کوئی شخص تاریک کمرے میں آنکھیں بند کر کے یا نور کا ذکر کثرت سے کرے تو اس پر حال طاری ہوتا ہے اور اس کا قلب انوار الٰہی سے بھر جاتا ہے۔ اہل کشف و بصیرت کے لئے یہ اسم پاک خاص تاثیر رکھتا ہے۔

اگر کوئی شخص شبِ جمعہ 7 مرتبہ سورہ نور کی تلاوت کرنے کے بعد ایک ہزار (1000) مرتبہ اس اسم پاک کا ذکر کرے تو اس کے دل میں نور پیدا ہوتا ہے اور جو کوئی صبح کے اوقات میں پابندی سے ذکر کرے تو اس کا دل روشن ہو جاتا ہے۔

عام معمول:

اوّل و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف پڑھ کر اس کا ورد سو (100) مرتبہ روزانہ کریں۔

☆اس وظیفہ کو حسب ضرورت 11 دن، 40 دن یا اس سے بھی زیادہ عرصہ کے لئے جاری رکھ سکتے ہیں۔

وظیفہ برائے وسعتِ رزق، خلاصی از قرض و حصولِ امان

وسائل رزق اور کاروبار میں وسعت و برکت کے لئے، بالخصوص قرض سے خلاصی اور خطرات سے امان پانے کے لئے یہ وظیفہ پڑھیں:

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ لِاِيۡلٰفِ قُرَيۡشٍ اِلٰفِهِمۡ رِحۡلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيۡفِ فَلۡيَعۡبُدُوۡا رَبَّ هٰذَا الۡبَيۡتِ الَّذِىۡۤ اَطۡعَمَهُمۡ مِّنۡ جُوۡعٍ وَّ اٰمَنَهُمۡ مِّنۡ خَوۡفٍ۔

11 بار، 40 بار یا حسب ضرورت 100 مرتبہ پڑھیں۔

اوّل و آخر 11، 11 مرتبہ درود شریف اور 11، 11 مرتبہ استغفار پڑھیں۔

اس وظیفہ کا بہتر وقت بعد از نماز فجر طلوع آفتاب سے پہلے اور بعد نماز عصر غروبِ آفتاب سے پہلے ہے۔

اس وظیفہ کو کم از کم 40 دن یا حسب ضرورت جاری رکھیں۔

Importance

Home budget management holds immense significance for women, playing a crucial role in their financial well-being, empowerment, and overall quality of life. Women can attain various benefits and achieve financial independence by effectively managing their home budgets. Here are some key reasons why home budget management is important for women:

1. Financial Independence: Managing a home budget enables women to attain financial independence. It allows them to have control over their income, expenses, and financial decisions, fostering a sense of empowerment and self-reliance. With a well-managed budget, women can meet their own needs, make independent financial choices, and work towards their personal and professional goals.
2. Goal Achievement: Budgeting provides a structured approach to achieving financial goals. By setting clear objectives and allocating resources accordingly, women can save for important milestones such as education, starting a business, buying a home, or planning for retirement. Effective budget management ensures that women can make progress towards their goals and fulfill their aspirations.
3. Economic Security: A well-planned budget is instrumental in

providing economic security to women. It helps them build emergency funds, which act as a financial safety net during unforeseen circumstances like job loss, medical emergencies, or unexpected expenses. With financial stability, women can navigate challenges with greater confidence and peace of mind.

4. Family Financial Stability: Women often play a significant role in managing household finances. By implementing effective budgeting practices, they can contribute to the financial stability of their families. Budget management allows women to track income and expenses, make informed decisions about spending, and allocate resources wisely. This ensures that the family's financial obligations are met and resources are utilized optimally.
5. Debt Management: Budgeting plays a crucial role in debt management. Women can use budgeting as a tool to monitor their debt levels, make timely payments, and reduce or eliminate outstanding debts. By staying organized and disciplined with their finances, women can avoid falling into debt traps, reduce financial stress, and work towards long-term financial freedom.
6. Wise Spending Decisions: Budget management encourages women to make thoughtful and informed spending decisions. By tracking expenses, categorizing needs versus wants, and prioritizing essential expenditures, women can avoid impulsive purchases and unnecessary expenses. This enables them to make better financial choices aligned with their values, long-term objectives, and overall financial well-being.
7. Teaching Financial Literacy: Women who practice effective budget management serve as role models for their children and other family members. By involving their family in budget discussions, teaching the importance of saving, and demonstrating responsible financial behavior, women can impart valuable lessons about financial literacy. This equips future

generations with the skills and knowledge needed to manage their own finances successfully.

8. Retirement Planning: Budgeting facilitates retirement planning for women. By setting aside funds and making regular contributions to retirement accounts, women can build a solid financial foundation for their post-work years. A well-managed budget allows them to make informed decisions about retirement savings, investments, and financial strategies to ensure a comfortable and secure retirement.
9. Financial Well-being: Effective budget management contributes to overall financial well-being. It allows women to gain a clear understanding of their financial situation, reduce financial stress, and make informed decisions based on their financial realities. By having a comprehensive view of their income, expenses, and savings, women can navigate financial challenges with greater ease and maintain a positive relationship with money.
10. Empowerment and Confidence: Home budget management empowers women to take charge of their finances, promoting a sense of confidence, control, and empowerment. By actively engaging in budgeting, women develop financial skills, improve their financial knowledge, and gain the confidence to make sound financial decisions. This empowerment extends beyond personal finances, positively influencing other areas of their lives as well.

Islamic Principles for Family Budget Management

In Islam, the principles of home budget management apply to both men and women. It is important for both spouses to work together in managing their finances responsibly. While there are no specific verses in the Quran or hadiths that exclusively address home budget management for women, there are general principles that can be applied by both genders. Here are some relevant principles from Islamic teachings:

1. Seeking Provision: "Allah is the provider of sustenance, the Lord of Power, the Strong." (Quran 51:58)

This verse reminds believers that Allah is the ultimate provider of sustenance. It implies that men and women should put their trust in Allah while seeking provision and managing their finances.

2. Accountability and Responsibility: "Each of you is a shepherd and each of you is responsible for his flock." (Hadith from Sahih al-Bukhari)

This hadith emphasizes individual responsibility in managing one's affairs, including financial matters. Both men and women are encouraged to take responsibility for their financial obligations and make wise decisions.

3. Wise Spending: "And do not be excessive. Indeed, Allah does not like those who commit excess." (Quran 7:31)

This verse highlights the importance of moderation in spending. It applies to both men and women, reminding them to avoid excessive and wasteful spending and to prioritize needs over wants.

4. Saving for the Future: "And do not forget your portion of this world. But do good as Allah has done good to you. And desire not corruption in the land. Indeed, Allah does not like corrupters." (Quran 28:77)

This verse advises believers to remember their share in this worldly life and to use it wisely. It encourages individuals, including women, to save and invest for the future while avoiding any forms of corruption.

5. Consultation: "And their affairs are conducted by mutual consultation." (Quran 42:38)

This verse highlights the importance of mutual consultation in making financial decisions. Both spouses, including women, are encouraged to discuss and plan their financial matters together, considering each other's opinions and suggestions.

6. Halal Earnings: "O you who have believed, eat from the good things which We have provided for you and be grateful to

Allah if it is [indeed] Him that you worship." (Quran 2:172)

This verse emphasizes the importance of earning a lawful income. Both men and women should strive to earn money through legitimate means, avoiding any forms of dishonesty, fraud, or exploitation.

7. Prioritizing Obligations: "O you who have believed, let not your wealth and your children divert you from remembrance of Allah." (Quran 63:9)

This verse reminds believers that material possessions and family responsibilities should not distract them from fulfilling

their religious obligations. Women, like men, are encouraged to prioritize their spiritual duties and allocate their resources accordingly.

8. Giving Charity: "The example of those who spend their wealth in the way of Allah is like a seed [of grain] which grows seven spikes; in each spike is a hundred grains. And Allah multiplies [His reward] for whom He wills." (Quran 2:261)

Islam emphasizes the significance of giving charity. Both men and women are encouraged to allocate a portion of their income for the benefit of the less fortunate. This includes contributing to charitable causes and assisting those in need within their community.

9. Financial Independence: "A woman should not spend anything from her husband's house without his permission, but he may spend from her house without her permission." (Hadith from Sunan Abu Dawood)

This hadith highlights the importance of financial transparency and consent within a marriage. While men are generally responsible for providing for the family, women have the right to manage their own wealth and assets. They should have control over their own finances and seek permission when utilizing shared resources.

10. Avoiding Debt: "Allah loves those who are mindful of their duty [to Him] and those who are doers of good." (Quran 3:76)

Islam encourages believers to avoid unnecessary debt and to live

within their means. Both men and women should strive to manage their finances responsibly, avoiding excessive borrowing and debt accumulation.

Planning for Home Budget

Planning a home budget is important for everyone, regardless of gender. However, I can provide you with some general tips on how to plan a home budget that can be helpful for women or anyone else. Here's a step-by-step guide:

1. Assess your financial situation: Start by evaluating your current income, expenses, and financial goals. Understand your
2. sources of income, such as your salary, investments, or any other form of income.
3. Track your expenses: Keep track of your spending for a month or two to understand where your money is going. Categorize your expenses into different groups like housing, groceries, transportation, utilities, entertainment, and so on.
4. Set financial goals: Determine your short-term and long-term financial goals. These can include paying off debt, saving for retirement, buying a house, or planning for education or healthcare expenses. Be specific about your goals and assign a timeline to each of them.
5. Create a budget: Based on your income and expenses, create a monthly budget. Allocate a specific amount for each expense category, making sure your income covers all your expenses. Prioritize essential expenses, such as housing and groceries, before allocating funds for discretionary spending.
6. Cut unnecessary expenses: Review your expenses and identify areas where you can cut back. Look for non-essential items or services that you can reduce or eliminate to free up more money

for savings or important expenses. This could include dining out less frequently, canceling unused subscriptions, or finding ways to save on utilities.

7. Plan for savings: Make savings a priority in your budget. Allocate a portion of your income for savings, emergency funds, and investments. Consider setting up automatic transfers from your checking account to a savings account or retirement fund to make saving more convenient.

8. Pay off debt: If you have any outstanding debts, develop a plan to pay them off. Prioritize high-interest debts first and consider consolidating or refinancing to save on interest payments.

9. Review and adjust: Regularly review your budget and track your expenses to ensure you're sticking to your plan. Adjust your budget as needed to accommodate any changes in income or expenses.

10. Seek professional advice if needed: If you feel overwhelmed or need guidance, consider consulting with a financial advisor or planner who can help you create a personalized budget and provide insights into managing your finances effectively.

Remember, budgeting is an ongoing process, so it's important to regularly review and adjust your budget as your financial situation changes. Stay disciplined and committed to your financial goals, and you'll be on your way to managing your home budget effectively. Islam places great emphasis on financial management and responsibility. It encourages individuals, both men and women, to plan their finances wisely to ensure economic stability and a comfortable life. In the context of women in Islam, having a well-structured and thought-out home budget is of utmost importance.

منہاج القرآن آسٹریلیا کے زیر اہتمام الصحبۃ روحانی کیمپ کا انعقاد
اور شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا خصوصی خطاب

الصحبۃ روحانی کیمپ (آسٹریلیا) سے ڈاکٹر حسین محی الدین قادری کا خطاب

الصحبۃ روحانی کیمپ میں محترمہ فضہ حسین قادری کی خصوصی گفتگو

چیئرمین سپریم کونسل (MQI) ڈاکٹر حسن محی الدین کی زیر صدارت سپریم کونسل کے اجلاس کی تصویری جھلکیاں

Monthly
DUKHTARAN-E-ISLAM JULY-2023
LAHORE
Regd CPL No.45

"THREE SEGMENTS OF SOCIETY CAME INTO BEING IN KARBALA: FIRST SEGMENT BECAME A SUPPORTER OF THE SYSTEM FOR THE SAKE OF PETTY INTERESTS; THE SECOND ADOPTED THE PATH OF EXPEDIENCY AND SILENCE AND THE THIRD WAS LED BY IMAM HUSSAIN (AS) WHO DEFIED YAZID'S CRUELTY."

Shaykh ul Islam
Dr Muhammad Tahir-ul-Qadri